www.pklibrary.com

مکمل ناول

شمائلہ دلعباد

# تو بخت میرا، تو تخت میرا

"میں نے تجھے کہا تھا اسما سے دور رہنا۔"
احسن بخاری کی دبی دبی آواز میں غصب کا رنج تھا۔

"زنانیوں کی طرح ریں ریں کرنے کی ضرورت نہیں، میں اسما کے نزدیک گیا تھا میں دل و جان سے تسلیم کرتا ہوں۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر احسن بخاری کے سامنے جھک کر یوں اعتراف کیا جیسے بڑے فخر کی بات ہو۔ خان بخت بلند خان کے اس ہائی لیول کے مذاق اڑاتے انداز پر پہلی بار اس کے اپنے گروپ کو رنج ہوا۔ اس کی ذہنی حالت دن بہ دن ابتر ہوتی جارہی تھی۔ جب جب کوئی نئی لڑکی اس کے پھینکے ہوئے دولت کے جال میں پھنستی وہ عورت ذات سے مزید متنفر ہوجاتا۔

"میں اس کے قریب گیا تھا تو وہ میرے نزدیک نہ آتی۔ کم سے کم اتنی سی وفا تو دکھائی تم سے۔" اس نے دائیں انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اتنی سی کا اشارہ دیا۔ "بات یہ ہے برادرز محبت وفا وغیرہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ پیسہ پھینکو ہر شے خرید لو، محبت اور عورت بھی۔"

احسن اس کے طعنے پر چپ کر گیا کہ بات سچ تھی اگر بخت متوجہ ہوا تھا تو اسما اور وہ تو چھ مہینے سے ریلیشن شپ میں تھے وہ بخت کو مثبت رسپانس نہ دیتی۔ اسما نے اس جیسے کامن مین پر خان بخت بلند جدی پشتی وڈیرے کو ترجیح دی تھی۔ سادہ الفاظ میں اسٹیٹس اور امارت کو چنا تھا۔ احسن کا دل چاہا ایک بار اسے کال کر کے خوب بھڑاس نکالے۔ اسے کہے بے وفا عورت، جس کے جال میں پھنسی ہو وہ تمہارے اقرار کے بعد پلٹ کر بھی نہیں دیکھے گا۔ تمہیں لگا تم جھٹ پٹ وڈیری بن جاؤ گی تو بالکل غلط لگا تھا۔ یہ جاگیردار شادیاں اپنے خاندان میں ہی کرتے ہیں باہر ان کے تعلق ہوتے ہیں بیویاں نہیں۔ بخت بلند تو وڈیرا ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی بھی ہے جو لڑکی اس کی طرف متوجہ ہوجاتی وہ اسے "ڈھیلے کردار" کا سرٹیفکیٹ لمحوں میں پکڑا دیتا ہے۔ جو اس کے چنگل سے بچ نکلتی وہ دل سے اس کی عزت کرنے لگتا ہے۔ اتنے سالوں کے ساتھ نے ان سب کو اس کی عادتوں اور نفسیات کی مکمل طور پر جانکاری دے دی تھی۔

"کدھر گم ہو گئے ہو، غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا؟"
لاشاری نے اس کے آگے ہاتھ نچایا۔
"غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے، خان ٹھیک کہہ رہا ہے۔"
"شکر ہے، تیرا دماغ ٹھکانے پہ آ گیا۔ اسی خوشی میں اچھا سا لنچ میری طرف سے۔"
بخت بلند کی پیشکش پر سب نے یاہو کا نعرہ لگایا احسن بھی خود کو نارمل کرتا اس کی مرسیڈیز جیپ میں گھس گیا۔ اسما کے لیے بخت بلند خان جیسے یار باش لیکن سنکی وڈیرے کو گنوانا عقل مندی نہیں تھی۔

☆☆☆

"پائین، آپ پنچایت بلالیں خدا کی ماران بلوچوں پہ ہماری زندگی عذاب بنا ڈالی جیسے ہمیں رلا رہے ہیں خدا کرے یہ بھی ایسے ہی روئیں۔"
سلیماں بھل بھل رونے لگی تو مصطفیٰ چوہدری کو آنسو ضبط کرنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ ان سات مہینوں نے

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز

لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ

ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)

اس میل آئی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

www.pklibrary.com

انہیں پہلوٹھی کے بیٹے سے جدائی کے ساتھ ساتھ پریشانی اور ڈھیروں ڈھیر بیماریاں بھی دی تھیں۔

سلیماں نے آنکھیں رگڑیں اور اٹھ کر بھائی کے پاس آ بیٹھی۔ مصطفیٰ چوہدری چھوٹی بہن کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''پائین، پنچایت بلالیں ان کا ہر مطالبہ مان لیں

pklibrary.com

www.pklibrary.com

پانچوں کے پانچ ایکڑ ہی ان کو دے دیں لیکن مرتضیٰ کو بچالیں۔" وہ ان کے دل کی بات کر رہی تھی۔

"سلیماں، ہزاروں ایکڑ کے مالک پانچ ایکڑ کے لیے خون معاف نہیں کریں گے۔" ان کی نظر سامنے اٹھی اور آواز بھرا گئی۔

سلیماں نے بھائی کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، ایک بار تو اس کا بھی رنگ فق ہوا پھر جیسے فیصلے پر پہنچ گئی۔

"پائین، مرتضیٰ کو پھانسی کے تختے سے بچالیں اس کے لیے چاہے "اسے" ہی قربان کرنا پڑے۔ صدیوں سے بہنیں بھائیوں پر جان وارتی آئی ہیں، اس میں کچھ انوکھا نہیں ہوگا۔ ہمارے خاندان کا اکلوتا وارث ہے مرتضیٰ، بھلے ہم سارے مر جائیں لیکن اسے زندہ رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں بہن بھائی اب مل کر رو رہے تھے۔

سلیماں اپنے بھائی کی نبض شناس تھی یا غم گسار تھی تب سے زیادہ ہو گئی تھی جب سے بھری جوانی میں نور بانو بیٹی کی پیدائش پر چوہدری کا ساتھ چھوڑ کر ابدی سفر پر روانہ ہو لی تھی۔ دونوں بہن بھائی بنا بولے ایک دوسرے کا دل پڑھ لیتے تھے۔ اس نے اب بھی بھائی کا دل پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنی رضامندی بھی دے دی تاکہ جج کے پھانسی کا حکم سنانے سے پہلے پہلے مصطفیٰ چوہدری بلوچوں سے صلح کی ہر ممکن سبیل نکال لے۔ چاہے قصاص میں بیٹی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ وہ بیٹی جسے سلیماں نے بھتیجی نہیں بیٹی کی طرح پالا تھا۔ حتیٰ کہ شادی کے بعد بھی اسے لاہور سسرال ساتھ لے گئی تھی۔ وہ بھتیجی نہیں بلکہ اس کی پہلی اولاد کی طرح تھی۔

دونوں بہن بھائی سات مہینے سے جو بات ایک دوسرے سے کہنے سے ڈرتے تھے آخری پیشی اور وکیل کے معذرت خواہانہ انداز سے ڈر کر بالآخر تاریخ سے دو دن پہلے نتیجے پر پہنچ ہی گئے۔ فیصلے پر پہنچ کر مصطفیٰ چوہدری کے بدن میں جیسے بجلی بھر گئی۔ انہوں نے پے در پے فون کالز کر کے ظہر کے بعد پنچایت کے سرکردہ لوگوں کو اکٹھا ہونے پر رضامند کر لیا۔

سلیماں نے بھائی کے اونچے شملے سے گندم کے دانوں سے بھرا تھال وارا اور نوکرانی کے حوالے کر دیا۔ اس کے تینوں لڑکے اور چوہدری منزل کی اکلوتی لڑکی باری باری مصطفیٰ چوہدری کے سینے سے لگے یوں جیسے حوصلہ دے رہے ہوں۔ وہ ضبط کرتے ہوئے پنچایت میں پہنچنے کے لیے لوہے کا سیاہ گیٹ پار کر گئے، سامنے ہی ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کیے کھڑا تھا۔

انہوں نے اپنی اب تک کی زندگی میں بے شمار پنچایتوں میں سرکردہ فرد کی حیثیت سے ہزار فیصلے کیے اور کرائے تھے۔ آج تو جیسے نہ سر پہ آسمان تھا نہ پیروں کے نیچے زمین۔

"جی چوہدری صاحب......" پنچایتی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے کھڑے ہو کر اپنی اونچے شملے والی پگڑی اتاری اور کالی حویلی کے بلوچوں کے سامنے رکھ دی۔

"میں صلح چاہتا ہوں، میں اپنے بیٹے مرتضیٰ کے لیے معافی چاہتا ہوں۔"

"اب جب پتا چل گیا بیٹے کو پھانسی پکی ہے تو معافی کا خیال آ گیا پہلے کی طرح اب بھی کہو ہر عدالت میں جاؤ گے اور ہار نہیں مانو گے۔"

"نذر بلند، زبان کو منہ میں رکھنا سیکھو۔" اس سے پہلے کہ پنچایت خان نذر بلند کی جھاڑ پونچھ کرتی بلند اقبال خان نے بیٹے کو بری طرح جھڑک دیا۔

چوہدری مصطفیٰ نے آنکھیں جھکا کر بھرائی آواز میں بات جاری رکھی۔

"صلح نامہ کے لیے میں چھوٹی نہر والی "خونی" اراضی اور "بازو" دینے کے لیے تیار ہوں۔"

یوں لگا جیسے موجود تمام لوگوں کو سانپ سونگھ گیا ہو یا انہیں ان کی بات سمجھ ہی میں نہ آئی ہو۔ ابھی تک اس علاقے میں پنجابیوں نے خون بہا میں سرائیکیوں کے ہاں اپنی عورتوں کے رشتے نہیں دیے تھے مقامی سرائیکی (تقسیم سے قبل کے اسی علاقے کے مکین)

www.pklibrary.com

البتہ آپس میں اپنے جھگڑے بازو یعنی رشتہ لے کر یا دے کر نمٹا لیا کرتے تھے۔ اب اگر چوہدریوں کی طرف سے پیش کش رکھی گئی تھی تو یقیناً سارے فائدے نقصان سوچ کر ہی رکھی گئی تھی۔ چوہدری مصطفیٰ جانتا تھا اس کے بیٹے کے ہاتھوں کالی حویلی کا جوان سال بیٹا قتل ہوا تھا حویلی والے سینکڑوں مربعوں کے مالک اور پورے پاکستان میں ٹرانسپورٹ کا وسیع و عریض کاروبار چلا رہے تھے۔ وہ چھوٹی نہر والے پانچ ایکڑ کے عوض ہرگز چوہدری مرتضیٰ کو قتل معاف کرنے والے نہیں تھے جب ہی تو انہوں نے سالہا سال سے تنازعے کا سبب بننے والی اراضی کے ساتھ بیٹی کا رشتہ سامنے رکھا تھا۔ زمین دے کر صلح کرنا عام تھا لیکن غیر برادری کے ساتھ ساتھ دوسرے کلچر میں بیٹی دینا یہاں بے انتہا بری اور ذلت آمیز بات تھی۔ خاص طور پر چوہدری مصطفیٰ کا خاندان اور برادری اس ضمن میں زیادہ کٹر تھے۔ وہ مقامی سرائیکیوں کے ہاں بیٹی دینے سے زیادہ قتل کرنے پر متفق تھے۔ علاقے کے مکین میل جول میں ایک دوسرے سے بھلے سب ہی اچھے تھے۔ خوشیاں غم اکٹھے مناتے تھے لیکن رشتہ صرف برادری اور ہم زبان میں لیتے اور دیتے تھے، اس ضمن میں دونوں طرف مذہبی احکامات بھی نظر انداز کر دیے گئے تھے۔ بیٹی کا رشتہ سامنے رکھنے سے سارے علاقے کے سرکردہ لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ چوہدری کس قدر تکلیف میں ہے اور کتنا ٹوٹ چکا ہے، ہر حال میں بیٹے کو موت سے بچانا چاہتا ہے۔

پھر جیسے ایک ساتھ پنچایت میں مکھیوں کی بھن بھن جیسی سرگوشیاں ابھرنے لگیں۔ یہاں تک کہ سرگوشیاں اونچی آوازوں میں ڈھل گئیں۔ چوہدری مصطفیٰ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

''جی خان صاحب، آپ کیا کہیں گے؟''

بلند اقبال خان ابھی تک حیرت زدہ تھے ان کے سان و گمان میں نہ تھا چوہدری بازو کے عوض معافی کی پیش کش رکھ دے گا۔ انہوں نے چھوٹے بھائی فرزند اقبال کی طرف دیکھا۔ آخر وان کا بیٹا قتل ہوا تھا۔

''پیر سائیں، ہمیں آپسی گالھ مہار (آپس میں بات چیت) کے لیے وقت درکار ہے۔''

''خان جی، سارا وقت ہی آپ کا ہے لیکن پنچایت یہ چاہتی ہے آپ پیش کش قبول کر لیں اس سے علاقہ ایک اور جوان موت کے صدمے سے بچ جائے گا۔ حویلی کا بیٹا واپس نہیں آ سکتا لیکن چوہدریوں کا گھر سنسان ہونے سے بچ سکتا ہے۔ آپ کی حویلی میں خان دلاور کی جگہ نیا فرد آ سکتا ہے۔ برسوں سے تنازعے کا سبب بنی اراضی مقتول دلنواز خان کے بالاں (بچوں) کو دے سکتے ہیں۔ اس طرح نکاح سے دو بڑی برادریوں میں رشتے داری بھی ہو جائے گی۔''

یہ رسمی باتیں ہر خون بہا میں دی جانے والی عورت کی بارے میں کی جاتی تھیں، لیکن سب جانتے تھے وہ قاتلوں کی بہن بیٹی ہی رہتی تھی، اسے گھر کا فرد کوئی نہیں بناتا تھا۔ اس لیے رشتے داری کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ وہ صرف مشق ستم اور بدلہ لینے کا ذریعہ ہوتی تھی۔

خان پکے ڈیرے سے ذرا دور ہٹ کر اپنے صلاح مشورے میں مصروف ہو گئے، پنچایت میں حقوں کی گڑگڑاہٹ عروج پر پہنچ گئی۔ چوہدری مصطفیٰ بھری آنکھوں کے ساتھ موت کی طرح فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔ مخدوم شکیل نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیش قیمت حقے کی نے ان کی طرف بڑھائی۔

''چوہدری صاحب، دل بڑا کریں ہم یہاں سے مرتضیٰ چوہدری کی معافی کا فیصلہ لے کر ہی اٹھیں گے۔''

''اگر خان نہیں مانے تو......'' ان کا انداز ڈرا ڈرا تھا۔

''سائیں، وہ اتنے بے وقوف نہیں ہیں کہ پنچایت کا فیصلہ نہ مانیں آخر کو اسی علاقے میں رہنا

www.pklibrary.com

ہے۔"

چوہدری مصطفیٰ کو ایک دم اطمینان ہوا کہ یہ حقیقت تو وہ بھی جانتے تھے قومی اسمبلی اور اقتدار میں بیٹھے مخدوموں سے بلوچ چاہ کر بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ آخر کو بزنس چلانے کے لیے انہی سیاست دانوں کی ضرورت پڑتی تھی یہی سیاست دان بیورو کریسی کہ ڈوریاں ہلاتے تھے تو ان کے رکے کام ہوتے تھے۔

"ہمیں خان نذر بلند کے لیے یہ رشتہ منظور ہے۔" بلوچ برادرز واپس اپنی جگہیں سنبھال چکے تھے۔ خان نذر بلند نے مونچھوں کو تاؤ دیا۔

"خان نذر بلند بال بچوں والے ہیں، آپ کے چھوٹے صاحبزادے اس نکاح کے لیے موزوں ترین ہیں۔"

"لیکن وہ تو ابھی پڑھتا ہے، بچگانہ ذہن ہے قبیل داری کی طرف اس کا رجحان ہی نہیں ہے۔"

"سائیں، قبیل داری میں پڑ کر ہی قبیل داری کی طرف رجحان بنتا ہے۔" یوں پنچایت کے فیصلے پر دونوں پارٹیاں متحد ہو گئیں۔

"میں ابھی نکاح چاہتا ہوں تاکہ صبح کو عدالت میں سارے کاغذات جمع کروا کر چوہدری مرتضیٰ کی رہائی کا بندوبست کیا جا سکے۔"

"صلح نامہ لکھ لیتے ہیں، بیٹی کا نکاح آپ چوہدری مرتضیٰ کے آنے کے بعد رکھ لیں۔"

"میں معزز پنچایت کو صاف بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سارا کچھ میں اپنے بیٹے کو لاعلم رکھ کر کرنا چاہتا ہوں۔"

وہاں موجود تمام لوگ چوہدری مرتضیٰ کی آتشیں فطرت سے بھی واقف تھے وہ بہن دینے کے بجائے پھانسی چڑھنا قبول کر لیتا جب ہی تو فوری نکاح کی تجویز مان لی گئی۔

"آپ لوگ انتظام کر لیں نماز عشاء تک پنچایت برخاست کی جاتی ہے۔"

☆☆☆

شاندار سے پچ کے بعد وہ فرینچ سینما میں گھس گئے۔ وہاں سے نکل کر جیپ میں بیٹھ کر ابھی وہ انجلینا جولی کی بے باکیاں ڈسکس کر رہے تھے کہ اسے گھر سے کال آنے لگی۔ دو بار اس نے نظرانداز کی تیسری بار پھر سے وائبریشن ہونے لگی۔

"کس کی کال ہے؟"

"بابا سائیں کی۔"

"بخت خان ابھی کے ابھی جاگیر پہنچو۔"

"خیریت بابا سائیں؟"

"ہاں خیریت ہے، پنچایت میں بیٹھے ہیں۔ تمہاری ضرورت پڑ گئی ہے جس بھی حال میں ہو عشا سے پہلے پہلے جاگیر آؤ۔ جوتے کپڑے پہننے میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔" ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

"چل ہم بھی تیرے ساتھ چلتے ہیں۔" احسن اتر گیا باقی ٹولی ساتھ ہی رہی۔

"بخت تو نے اچھا نہیں کیا۔ بخاری سیریس تھا وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"پھر تو میں نے بہت ہی اچھا کیا ہے، شادی سے زیادہ فضول کام کوئی ہے ہی نہیں۔"

"تو تم اس کی طرح چھڑے پن کا مزا لینا چاہتے ہو؟" لاشاری نے ہاتھ میں پکڑے اخبار کی طرف اشارہ کر کے ملک کے معروف اور زبان دراز کنوارے سیاستدان کا حوالہ دیا۔

"یار! جو چخ چخ میں حویلی میں شادی شدہ خان زادوں کی زندگی میں دیکھتا ہوں تو ہزار بار توبہ کرتا ہوں شادی نہیں کرنی۔"

"اب یہ تو بہانے بازی ہے، اصل میں تم لڑکیوں سے متنفر ہو اس لیے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے۔" لاشاری نے ڈرتے ڈرتے اصل بات کہہ ہی ڈالی۔

وہ اس پر بھی مسکرا دیا تو ان کو اندازہ ہوا انجلینا جولی سر پر چڑھ کر ناچ رہی ہے جب ہی موڈ خوش گوار ہے اور لارڈ صاحب ہر طرح کی سنتا جا رہا

www.pklibrary.com

ہے۔

''یار! عورت ہو تو اتنی وفادار تو ہو کہ زمانہ مثال دے۔''

''بیویاں ساری وفادار ہی ہوتی ہیں۔''

''اس سے بڑا گوڑھ (جھوٹ) ور کوئی نہیں، کل کی خبر بھول گئے...... بیوی نے آشنا کے ساتھ مل کر شوہر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔'' شدھ سرائیکی میں بول کر اس نے سر جھٹکا تو وہ سارے لاجواب ہو کر ہنس دیے۔

''سہیل! یار، میں نے اگر زندگی میں کبھی شادی کرائی تو تم پنجابیوں میں کرواؤں گا۔ پنجابی اور ہماری سرائیکی عورتوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے ابزرو (مشاہدہ) کیا ہے ان میں نخرہ کم ہوتا ہے۔''

''سائیں، جھیڑا (جھگڑا) بھی کم کرتی ہیں۔ ایک ہماری عورتیں توبہ توبہ۔'' لاشاری نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ان کے گروپ میں سہیل اکیلا پنجابی تھا بخت بلند خان سمیت باقی سارے سرائیکی تھے۔

''بڑی غلط بات ہے، اپنی ہی عورتوں کو غلط کہہ رہے ہو۔'' سہیل نے حظ اٹھایا۔

''کمینے، غلط کس نے کہا ہم تو مشاہدہ بتا رہے تھے۔'' لاشاری نے بات سے پھرنا چاہا تو سہیل نے پیچھے سے گدی پکڑ لی اس کے واویلا کرنے پر چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

''یار، میں کسی کو اچھا برا نہیں کہتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہر کلچر مختلف ہے، سرائیکی کلچر پنجابی سے مختلف ہے۔ میں دونوں کی علیحدہ شناخت تسلیم کرتا ہوں اور دونوں کا احترام کرتا ہوں۔'' سہیل نے اپنے خیالات ان تک پہنچائے تو وہ لاابالی پن سے مذاق اڑانے لگے۔

''ڈیکھائے سیاسی بنڑ سی شیطان دا چیلا پوچے لانڈا کھڑا (دیکھنا کمینہ سیاست دان بنے گا، سالا کیسی ڈپلومیٹک تقریر کرتا ہے)۔'' بخت نے سرائیکی میں زوردار چوٹ کی۔

''سیاست دان بن جاؤں گا تیری طرح انجمن کنوار گان بنانے کے ڈھیلے منصوبے نہیں بناؤں گا۔'' سہیل نے بھی کاری وار کرنے کی کوشش کی۔

''ڈھیلے منصوبے، ہاؤ فنی۔ کریکٹر ڈھیلا کہتا تو میں مان بھی لیتا۔''

''بیٹا، تجھے یہ بھی ماننا پڑے گا ذرا ڈگری تو پوری ہونے دے۔ جس دن تیرے بابا سائیں کو جوش آ گیا انہوں نے ایک دینی تیرے کان کے نیچے اور تو نے مولوی صاحب سے پہلے اپنی کسی چچیر، ممیر، مسیر ہی کو قبول ہے کہہ دینا ہے۔''

سہیل کی نقشہ کشی پر لاشاری ہنسا تو بخت بلند نے بے دریغ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے جیپ ڈیرے کی طرف موڑ دی۔ اچھا خاصا اکٹھ تھا دیوہیکل رنگین پائیوں والی چارپائیوں کے علاوہ لکڑی کی منقش کرسیاں لگی بھی نظر آ رہی تھیں۔

منٹوں میں خان بلند اقبال اور فرزند اقبال اس کے پاس تھے۔

''خان بخت بلند خان۔'' بلند اقبال خان جب بھی حد درجہ سنجیدہ ہوتے پوری خاندانی نجابت سے نام کے ساتھ دو بار خان لگایا کرتے۔ بخت بالکل الرٹ ہو گیا یعنی معاملہ بہت سنجیدہ تھا۔

''جی بابا سائیں۔'' وہ مؤدب ہوا تو دوست بھی مزید مؤدب ہو گئے۔

''جیپ کی چابی دو۔''

اس نے چابی باپ کے ہاتھ پر رکھ دی تو انہوں نے لاشاری کی طرف بڑھا دی۔

''پوتر (بیٹا) آپ لوگ گاڑی میں بیٹھیں ہم ذرا چھوٹے خان سے تنہائی میں گالھ بات کر لیں۔'' وہ سعادت مندی سے دوبارہ جیپ کی طرف بڑھ گئے۔

''چھوٹے خان۔ ابھی چوہدری مصطفیٰ کی چھوری سے تمہارا نکاح ہے اس لیے بلایا ہے۔''

''بابا سائیں......'' اس کی آواز بلند ہوئی تو بلند

اقبال نے ناگواری سے ہاتھ کھڑا کر کے اسے روکا۔

''بابا سائیں نہیں، خان سائیں، یہ بلوچوں اور کالی حویلی کے سربراہ کی حیثیت سے میرا حکم ہے۔''

اگلے آدھے گھنٹے بعد وہ جذباتی، مالی اور معاشرتی طور پر بلیک میلنگ کا شکار ہو کر نکاح نامے پر دستخط کرنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔

''چوہدری، ایک بار پھر سے سوچ لو خان زادہ بخت میرے پوتے والے کالج میں ہی پڑھتا ہے۔ بڑا تنک مزاج اور خود پرست سا چھور (لڑکا) ہے۔ خان نذر بلند بڑی اچھی آپشن بن سکتا ہے میچور اور زمانہ ساز بندہ ہے چاہے گا تو دوسری بیوی کی حیثیت حویلی میں جلد تسلیم کرا سکتا ہے۔'' مخدوم شکیل نے چوہدری مصطفیٰ کو ایک بار پھر سے نظر ثانی کی پیش کش کی۔

''پیر سائیں، خان نذر بلند کی تو اپنی بیٹی اس کے جتنی ہو گی، عمروں میں بڑا فرق ہے، اب اسے اپنے ہاتھوں سے مار رہا ہوں تو کوشش کر رہا ہوں موت تو آسان دوں۔''

''حوصلہ کرو چوہدری......'' پیر شکیل نے رسمی کلمات کہے کہ جانتے تو سب تھے خون بہا میں جانے والیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔

نکاح کے بعد چوہدری مصطفیٰ کھڑے ہو گئے۔

''حویلی کی امانت کو میں خود حویلی کے دروازے پر چھوڑ جاؤں گا۔ آپ لوگ یہ زحمت نہ کریں، تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔''

کسی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، خان زادوں نے مونچھوں کو مزید تاؤ دیا کہ اب چوہدریوں کی اتنی اوقات ہی رہ گئی ہے جو خود بیٹی کو کالی حویلی چھوڑ کر جائیں گے۔

لاشاری اور سہیل اس صورت حال پر ہکا بکا کھڑے تھے جبکہ بخت بلند شدید غیض اور دوسروں کے سامنے بلند بانگ شادی نہ کرنے کے دعووں کے ملیا میٹ ہونے پر شرمندگی سے پھنکارتا پھر رہا تھا۔

www.pklibrary.com

سہیل نے سوچا ہی نہ تھا کہ ان کا ذہن میں کھینچا نقشہ چند منٹ بعد من و عن درست ثابت ہو گا۔

''تم لوگ امتیاز کے ساتھ واپس لاہور چلے جاؤ۔''

''ہماری طرف سے ہماری بھرجائی کو بہت مبارک دینا۔'' لاشاری نے بوجھل ماحول کو چھیڑ چھاڑ سے تبدیل کرنا چاہا۔

سہیل نے بھی مسکرا کر ساتھ دیا تو وہ بھنا گیا اس سے پہلے کہ لاشاری اور سہیل کی عزت کا فالودہ بنتا اور دوستی ہمیشہ کے لیے چھوٹتی چوہدری مصطفیٰ بغیر پگڑی کے ان تک پہنچ گئے۔

سہیل نے ایکسکیوز می کہہ کر لاشاری کو اشارہ کیا وہ تھوڑا دور جا کھڑے ہوئے۔

''بخت بلند بیٹا، اپنا دل نکال کر تمہیں دیا ہے۔''

''بیٹے کی جان بچانے کی خاطر۔'' بخت نے چوہدری کی بات ہی کاٹ دی انداز میں تمسخر اور تحقیر دونوں تھے۔

''جب باپ بنو گے تو سمجھ جاؤ گے جوان بیٹے کا لاشہ بوڑھے باپ کے لیے کتنا وزنی ہوتا ہے۔ لاشہ اٹھانے سے بہتر وہ اپنے سینے سے دل نکال کر پھینک دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہے۔ خدا کے انصاف سے ڈرنے والے لوگ دل کی توقیر جانتے ہیں۔ اسے روندنے کے بجائے پیروں سے اٹھا کر اعزاز کی طرح سینے کے دائیں جانب سجا لیتے ہیں۔ کہنا تو بہت کچھ تھا لیکن اب فائدہ نہیں، آپ سے پہلی اور آخری ملاقات کا تاثر دل میں خوش گوار لے کر مرنا چاہتا تھا۔ اب جو اوپر والے کی رضا۔'' وہ بغل میں دبی پگڑی اپنے ملازم کی طرف پھینک کر مضبوط قدم اٹھاتے اپنی سوک کار کی طرف بڑھ گئے۔

بخت نے پیچھے دانت پیس کر انہیں (کملا بڈھڑا) سنکی بوڑھے کا خطاب دیا۔

☆☆☆

گھر میں ان کا استقبال خاندان کی چند سرکردہ

www.pklibrary.com

عورتوں نے روتے ہوئے کیا۔

"پائین۔ آ گئے وہ لوگ؟"

"نہیں۔ اپنی بیٹی کو میں اپنے ہاتھوں سے دفنا کر آؤں گا۔ حور بانو......" آگے ان کا ضبط جواب دے گیا تو وہ بھی رونے لگے۔

سرتاپا سفید کپڑوں میں ملبوس حور بانو ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سلیماں نے ہی سرخ کے بجائے سفید کپڑے منتخب کیے تھے۔ انہوں نے بے تابی سے بیٹی کو گلے لگالیا۔ ابھی پچھلے سال تو وہ دبئی سے اس کے لیے بجلی سے چارج ہونے والی گڑیا لے کے آئے تھے۔ چند مہینے پہلے تو وہ پندرھویں سن میں لگی تھی۔ آج بیٹے کو پھانسی کے پھندے سے بچانے کے لیے انہوں نے اپنی شریک حیات کی کاربن کاپی اپنی پیاری بیٹی قربان کر دی تھی۔

حور بانو کو معاملے کی سنگینی کا تو اندازہ نہیں تھا پر باپ کا بچوں کی طرح رونا رلا گیا۔ اسے سب کے درمیان چھوڑ کر چوہدری مصطفیٰ اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئے چند ہی لمحوں بعد سرخ شنیل کی تھیلی ہاتھوں میں لیے وہ واپس آ گئے۔

"بانو بیٹا، یہ تمہاری امی کے زیورات ہیں جو وہ تمہیں تمہاری شادی پر دینا چاہتی تھیں۔ چلو ڈولی نہ سہی جنازہ ہی سہی۔" آنسو کھچڑی داڑھی میں جذب ہونے لگے۔

"بانو، یہ سارے بہت قیمتی زیور ہیں ان کو سنبھال کے رکھنا۔ تمہاری امی کی نشانی ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے کام بھی آئیں گے۔" پھوپھی کی نصیحت پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب ہمیں بھول جانا، ادھر ہی کچھ کھا کر مر جانا لیکن ہمارا نام بھی نہ لینا۔" سلیماں نے اسے سمجھایا۔

"دفنا آؤ جنازہ پائین، ایک جنازہ تو چوہدری منزل سے نکلنا ہی تھا چلو حور بانو کا ہی سہی۔"

انہوں نے سفید کفن نما جوڑے میں ملبوس پھولوں جیسی کم سن بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"حوصلہ کریں چوہدری صاب۔" شیر علی ان کا جوانی کا ساتھی زیادہ اور ملازم کم تھا اس نے جوان ڈرائیور سے چابی پکڑ لی تاکہ خود بطور ڈرائیور ان کے ساتھ کالی حویلی جا سکے۔

"میں تو کہتا ہوں چھوٹے دروازے پہ دھی رانی کو چھوڑ آتے ہیں۔"

"نہ شیر علی نہ، جب پنچایت میں بیٹی دے ڈالی تو اب چھوٹے دروازے سے چھپ کر واپس آنے پر کون سا عزت واپس آ جائے گی۔ بڑے دروازے پر ہی چلو جاگیر والے دیکھیں تو سہی کیسے چوہدری مصطفیٰ ذلیل ہوا۔"

"ایسے نہ کہیں چوہدری جی، میرا دل پھٹ جائے گا۔" شیر علی کی آواز بھرا گئی۔

"شیر علی، تو نے یا تیرے باپ دادا نے یا اس علاقے کے کسی کمین نے دیکھا کبھی کسی کمی کمین نے بھی اپنی ذات برادری اور ماں بولی بولنے والوں سے ہٹ کر رشتہ کیا ہو؟"

شیر علی نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں تو کمی کمینوں سے بھی گزر گیا شیر علی، میرے جیسا بے حمیت اور گرا ہوا کون ہو گا علاقے میں۔ میرا بچہ، تو اس کو شادی نہ سمجھ لینا۔ کالی حویلی تیری قبر ہے اب سے تو ہمارے لیے اور ہم تمہارے لیے مر گئے۔ کوشش کرنا ان کے کم سے کم رشتے داروں کو پتا چلے تو چوہدریوں کی بیٹی ہے۔ جب تیرے بھائی کو پتا چلے گا وہ غیرت سے مر جائے گا۔ جیسے میں مر رہا ہوں اس سے زیادہ شرم ناک بات اب زندگی میں نہ ہوگی۔ مرتضیٰ آ جائے تو فوراً ہی یہ علاقہ چھوڑ دیں گے وہاں جا بسیں گے جہاں کوئی جانتا نہ ہو، کسی کو پتا نہ ہو چوہدری مصطفیٰ کی ایک بیٹی بھی تھی۔"

وہ باپ کے ساتھ لپٹی باپ کے رونے پہ سسک رہی تھی۔ جب سے مریم باجی کی شادی ہوئی تھی اس کا بھی دل تو کرتا تھا شادی ہو جائے پسند کے کپڑے ملیں گے۔ روز مریم باجی کی طرح ہوٹل سے



pklibrary.com

www.pklibrary.com

کھانا کھایا کرے گی۔ مریم باجی کی طرح اچھے کپڑے پہن کر تیز سرخی لگا کر تیار ہو کر آؤٹنگ پر بھی جایا کرے گی۔ لیکن ایسے شادی ہوگی اس نے بالکل نہیں سوچا تھا باپ اتنا روئے گا یہ تو اس کے سان و گمان میں نہ تھا۔

"بس کریں چوہدری صاحب، میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔" شیر علی نے دہائی دے ڈالی۔

"بانو، میری بات غور سے سنو۔" انہوں نے بیٹی کا سر اوپر اٹھایا۔ "تم دشمنوں میں جا رہی ہو وہاں کوئی ہم نفس یا ہم زباں نہیں ہوگا کوئی امید نہ رکھنا میری بیٹی، امید زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ جیسے بھی حالات ہوں، شوہر کی وفادار رہنا، وہ دشمن ہے وہ ہم زبان نہیں ہے پر پھر بھی تیرا شوہر ہے۔ اچھی عورت وہی ہوتی ہے جو شوہر کی عزت کو عزت سمجھتی ہے دھی رانی۔ اس کی وفاداری میں سچ مچ جان دینی پڑے تو خود اپنی جان لے لینا۔ مجھے یقین ہے فرشتے خودکشی نہیں لکھیں گے۔"

"جانے دیں چوہدری جی، ہم کیوں دھی رانی کے دل میں نفرت ڈال کر بھیجیں، کیا پتا کل کو ایک دوسرے کے رشتے دار بننے پر ہمیں فخر ہو۔" شیر علی نے متوازن لہجے میں حقیقت سے قریب تر باتیں کیں تو چوہدری نے بھی بات پلٹ دی۔

"نہر والے پانچوں ایکڑ تیرے نام کر دیے ہیں کیا پتا کسی طرح تیرے کام آ جائیں۔ تیری موت آسان ہو جائے۔" شیر علی نے تڑپ کر گاڑی روک دی، اس نے رخ موڑ کر اپنا ہاتھ اپنے بوڑھے چوہدری کے گھٹنے پر رکھ دیا۔

"بس کریں چوہدری صاب، بس کریں۔"

☆☆☆

سہیل اور لاشاری ڈرائیور امتیاز کے ساتھ لاہور کے لیے نکلنے لگے تھے کہ بخت بلند نے انہیں روک لیا۔

"امتیاز، تم مہمانوں کو باغ والے ڈیرے پر لے جاؤ میں بی بی جان سے مل آؤں پھر اکٹھے نکلتے ہیں۔"

"پاگل ہو گئے ہو۔ کچھ دیر پہلے تمہاری شادی ہوئی ہے تم ہمارے ساتھ جانے کی بات کر رہے ہو۔ سکون سے ہفتہ بھر رکو ادھر۔"

"پاگل میں نہیں تم ہو گئے ہو، اگریمنٹ کو پتا نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔ دشمنوں کی بیٹی ہے وہ، حویلی کے نوکروں سے بھی گئی گزری، تم اسے میری بیوی بنا دو، ہمارے ہاں غیر خاندان، غیر زبان اور غیر برادری کی عورتوں کو بیوی نہیں بنایا جاتا۔" بخت بلند نے سارا غصہ ان پر نکالا۔

"تمہیں تو پنجابیوں میں شادی کرنے کا شوق تھا، دیکھو اللہ نے کیسے پورا کر دیا ہے۔ اب تم لوگ سمجھو نہ سمجھو ہے تو بھابھی تمہاری وائف۔" سہیل نے سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مجھے شادی کے نام سے ہی نفرت ہے ایسے ہی شغل لگانے کے لیے تمہیں چڑانے کی خاطر کہہ دیا تھا، مجھے پنجابی لڑکیاں پسند ہیں پنجابن سے شادی کروں گا۔ میں لعنت بھیجتا ہوں شادی بیوی وغیرہ وغیرہ پہ۔ یہاں پیار کی قسمیں کھانے والیاں وفادار نہیں، وہ بدلے میں آئی کہاں سے وفا کرے گی۔ میرا خون کھول رہا ہے کہ کس لڑکی کی خاطر بابا سائیں نے بھائی کے قاتل کو معاف کر دیا۔ چند دن بعد فیصلہ تھا ان کے گھر بھی لاش پڑی ہوتی۔ چاچی، بی بی جان اور ہمیں بھی سکون نصیب ہوتا، کہ بھائی کا قاتل بھی اپنے انجام کو پہنچا۔"

نذر بلند کے پکارنے پر وہ واپس مڑ گیا تو امتیاز نے جیپ کا رخ باغ والے ڈیرے کی طرف کر دیا۔ اکثر شکار کے لیے آئے مہمان بھی وہیں ٹھہرتے تھے۔ غنیمت یہ تھا باغ والے ڈیرے کا نیا نائی دیسی مرغ بھی لاجواب پکاتا تھا۔ امتیاز نے فون کر کے بتا دیا کہ کھانے پینے کا انتظام بھی کیا جائے مہمان ابھی کچھ دیر ڈیرے پر رکیں گے۔

کالی حویلی کے سارے مرد اکٹھے ہی حویلی کے بڑے گیٹ سے داخل ہوئے تو آگے حویلی کی

www.pklibrary.com

عورتوں کے بین سینہ چیرنے لگے۔ یوں لگا جیسے خان دلنواز خان آج پھر سے قتل ہوا ہو۔ خان دلنواز کی بیوی کا سر کھلا اور چیخیں آسمان چھو رہی تھیں۔ عنایت بی بی نے اپنے شوہر خان فرزند اقبال کا گریبان پکڑ لیا۔

"سائیں، آپ دلنواز کو بھول گئے؟ مجھے دلنواز کا پوترا ایک لمحہ نہیں بھولنے دیتا۔" اس نے خان دلنواز کی موت کے بعد پیدا ہوئے اس کے بیٹے کو بی بی جان کے بازوؤں سے لے کر سب کے سامنے لہرایا۔

"حوصلہ کرو اماں......" (خاص موقعوں پر خود سے چھوٹوں کو بھی پیار اور احترام میں سرائیکی اماں اور ابا کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں) خان بلند اقبال نے مداخلت کی۔ "حویلی سے خان دلنواز کا "مردہ" جنازہ نکلا تھا لیکن چوہدریوں کی حویلی سے زندہ نکلا ہے۔ پورا علاقہ تھوتھو کر رہا ہے بہن بیچ کر زندگی خریدی ہے چوہدری مرتضیٰ نے۔ یہ ایسا زخم ہے جو اس کی زندگی موت سے بدتر بنائے رکھے گا۔ سمجھو تو سہی۔"

لیکن عورتیں نہیں سمجھ رہی تھیں، انہیں صرف اتنا پتا تھا دلنواز کا قتل معاف کر دیا گیا۔ خان بخت بلند ماں سے پہلے پھوپھی یعنی بی بی جان کی طرف بڑھا تو بی بی نے منہ پھیر لیا۔ وہ ماں، چچی، بیوہ بھرجائی اور پھوپھی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"تجھے کندھوں پر اٹھا کر ان کے کندھے گھس گئے بخت اور تو نے ان کے قاتل کی بہن کو بیوی بنا کر معاف کر دیا۔"

"بھرجائی، میں بے قصور ہوں۔" وہ عورت ہوتا تو ان کی طرح چیخ چیخ کر رو پڑتا لیکن خان بلند اقبال کو روتے ہوئے مرد بہت برے لگتے تھے۔

انہوں نے بچپن سے ہی حویلی کے سارے لڑکوں کو "مرد روتے نہیں" پر پکا کر دیا ہوا تھا۔ نذر بلند کا گیارہ سال کا بیٹا اگر کبھی انہیں روتا نظر آ جاتا تو پوتے کو بھی کڑی سزا دیتے تھے اور سچ مچ رونے بھی نہ دیتے تھے۔ جو روتا رہتا اس کی سزا بڑھاتے جاتے۔

"بی بی جان۔" انہوں نے خود سے چھوٹی اور فرزند اقبال سے بڑی بہن کو پکارا۔ "ان کم عقل عورتوں کو سمجھاؤ، خان کیسا کاری زخم لگا کر آئے ہیں کتے کی طرح اپنے زخم کے کیڑے چاٹتا رہے گا چوہدری مرتضیٰ۔"

"مجھے کسی کو کیڑے نہیں چٹوانے بابا سائیں، مجھے میرے سائیں کے قاتل کی موت چاہیے۔" صباحت حلق پھاڑ کر چیخی۔

"بی بی جان، اسے اندر لے جاؤ اور سمجھاؤ پنچایت میں بڑے اونچے دماغ والے مرد بیٹھتے ہیں ان کی سننی اور ماننی پڑتی ہے۔ عورتوں کی طرح ان کی کھوپڑی چھوٹی نہیں ہوتی۔"

"بھائی جان، دشمن کی بیٹی حویلی کی کنوار (بہو) بن گئی ہے۔ ادھر عیش کرے گی، حویلی کے وارث جنے گی۔ ان کے موئے کل کے آئے (تقسیم کے وقت ہجرت کر کے آئے) چوہدریوں کی بیٹی ہمارے بڑھوں کی حویلی کی بہو بن گئی ان کا چھور (لڑکا) بھی بچ گیا۔ وہ تو ہر طرح سے فائدے میں رہے بھائی جان، خود سے اونچے لوگوں میں بنا خرچے کی چھوری بھی پرنا (بیاہ) دی، لڑکا بھی بچ گیا، میرا دلنواز دنیا سے چلا گیا۔ کیا سمجھاؤں کیسے سمجھاؤں بھائی جان۔"

بی بی جان دلنواز کے نام پر آ کر دھاڑیں مارنے لگیں تو بخت بلند نے زبردستی ساتھ لگا لیا۔

"وہ حویلی کی کنوار نہیں ہے جو حویلی کی نسل بڑھائے۔ نوکر ہے کام کاج کے لیے ہے۔ جب مر جائے گی تو حویلی سے دھوم دھام سے جنازہ نکالیں گے۔ چوہدری مرتضیٰ کو چین نہیں لینے دیں گے۔" فرزند اقبال نے بیوی، بہو سمیت حویلی کی عورتوں کو تسلی دی بلکہ ساتھ ہی آنے والی کی پوزیشن طے کی۔

مرد سارے مردانے کی طرف بڑھے تو بخت بلند بی بی جان کو ساتھ لگائے لگائے سب عورتوں کے ساتھ حویلی کے اندرون حصے کی طرف بڑھ آیا۔ بڑی

www.pklibrary.com

بڑی کھڑکیوں والے ہال کے ایک جانب بی بی جان کا قیمتی رنگین ٹکڑوں والی گندی بچھا جہازی سائز تخت لگا تھا وہ بی بی کے ساتھ ہی اس پر بیٹھ گیا۔

"یہ بابا اور چچا سائیں کا فیصلہ تھا مجھے لاہور سے ایمرجنسی میں، بنا بتائے بلایا گیا ہے۔"

صباحت پاس پڑے صوفے پر بیٹھی سسک رہی تھی عنایت اور صفیہ ان کے پاس تخت پر آ گئیں۔

"بیرو، صبا کو پانی پلاؤ بچے اپنے پاس لے جاؤ کدھر مر گئی ہو ساری کی ساری۔" بی بی جان نے بخت بلند کو نظر انداز کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

اس نے بی بی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیے۔

"مجھ پہ یقین نہیں ہے بی بی جان؟"

"تو چھوٹا تھا تو کہتا تھا میں پنجابی چھوری سے بیاہ رچاؤں گا، تو نے میرے دلنواز کے عوض پنجابن سے بیاہ کر لیا۔" ان کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہنے لگے۔

"بی بی جان، میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گا مجھ سے طفیل بھائی جیسی ذلت نہیں کروائی جائی۔"

"اب تو کروالیا، وہ بھی دشمن کی چھوری سے۔ یہ تو طفیل کی زال سے زیادہ تیری عزت خراب کرے گی۔ صباحت نے بالوں کا جوڑا باندھتے اسے جلتی نظروں سے دیکھا۔

"آپ چچا سائیں کی بات بھول رہی ہیں بھرجائی۔"

"میں حویلی کے سارے مردوں کو جانتی ہوں وقت بتائے گا کون بھولا ہے کون یاد رکھتا ہے۔"

صباحت نے پاس کھڑی اپنی تین سال کی بیٹی کو دھکا دے کر پشت کے بل گرایا اور بھاگ کر اپنے کمرے میں گھس گئی۔

بخت بلند نے تخت سے اٹھ کر یتیم بھتیجی کو اٹھا کر سینے میں بھینچ لیا۔

"رونا نہیں میڈی اماں۔" اس نے محبت سے بچی کے گال پونچھ کر سر پر ہونٹ رکھے۔ بیرو بھاگی آئی

"سائیں میکوں پکڑا ڈیوو۔" اس نے بچی نوکرانی کی طرف بڑھا دی۔

"بی بی جان، اماں سائیں اجازت دیں شہر والے دوست باغ والے ڈیرے پر انتظار کر رہے ہیں۔"

"اوئی اماں، شہر سے دوست آئے تھے تو حویلی اطلاع بھجواتا، موئے مادھو کے ہاتھ کا سڑا ہوا کھانا کھا رہے ہوں گے۔ کیا سوچیں گے حویلی کی مہمان داری کا۔"

"بی بی جان، حالات ہی ایسے تھے مجھے ذرا بھی خبر ہوتی تو ان کو ساتھ نہ لاتا۔ اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔"

بی بی جان خاندانی نجابت کو لے کر بڑی حساس تھیں تاسف سے ہاتھ ملنے لگیں۔

"بی بی جان، باغ والے ڈیرے پر نیا نائی آیا ہے ڈاہڈا سوہنا پکاتا ہے آپ پریشان نہ ہوں۔" رکھی نے نئی اطلاع دے کر ان کا غم غلط کرنا چاہا۔

"اجازت؟" وہ سامنے جھکا۔

"پھر کب آؤ گے چھورے؟ ابھی تو میرا دل ٹھکانے پہ نہیں تو بھی اچھا نہیں لگ رہا۔" ان کی بات پر سب نے آہ بھری۔

"جب آپ حکم کریں گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

انہوں نے پیر نیچے کر کے چپل ڈھونڈی۔

"چل تجھے وداع کر آؤں۔" ان کی تقلید میں صفیہ، رکھی اور بچی کو اٹھائے بیرو بھی چل پڑی۔ وہ ابھی گیٹ پر ہی تھے جب سفید سوک عین گیٹ کے سامنے رکی۔ چوہدریوں کی گاڑی دیکھ کر احاطے کے نوکر بھی باہر نکل آئے اور مردان خانے سے مرد بھی، رات کے اولیں پہر بھی اچھا خاصا رش لگ گیا اس علاقے میں بات جو انوکھی ہوئی تھی۔ سفید کپڑوں میں ملبوس منہ سر لپیٹے لمبی تاڑ سی لڑکی گاڑی سے نکل کر

www.pklibrary.com

حویلی کے گیٹ سے اندر کی طرف بڑھی تو وہ چھوٹے گیٹ سے باہر نکل کر اپنی جیپ میں بیٹھ رہا تھا۔

☆☆☆

''رکھی، اس کو ہماری نظر سے ہٹالے، اس کو دور لے جاؤ۔'' صفیہ نے بلند آواز سے رکھی مائی کو ہدایات دیں تو رکھی اسے لیے حویلی کے پچھلے کھلے صحن کے پار بنے نوکروں کے کوارٹرز میں لے آئی۔

خان بلند اقبال کے گرجنے کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی منٹوں میں حویلی میں سناٹا چھا گیا۔

''تو ادھر بیٹھ چھوری۔'' رکھی نے کھر درے بان کی ننگی چارپائی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ ہاتھ میں دبی مخملی تھیلی کو مزید سختی سے دبوچ کر بیٹھ گئی۔ ماحول پر دہشت اتنی طاری تھی کہ اس کے سارے احساسات چند منٹ سے منجمد ہوئے پڑے تھے۔ رونا تو بالکل ہی نہ آرہا تھا بلکہ ایک طرح کی سنسنی اسے محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی ایڈونچر پسند اور لاابالی طبیعت زیادہ دیر تک رونا دھونا نہیں کرسکتی تھی۔ اسے تو یہ سب بڑا فلمی فلمی لگ رہا تھا۔ اسے اتنا پتا تھا لالہ مرتضیٰ گھر آ گیا تو اسے بھی واپس لے جائے گا۔ تب تک اسے ہر حال میں کالی حویلی میں رہنا تھا۔ حویلی میں سیاہ ماربل کا بے تحاشا کام تھا اسی نسبت سے حویلی کا نام ہی کالی حویلی پڑ گیا تھا۔

''چھوری، ادھر سے باہر نہ نکلنا، جب تک میں نہ کہوں اور کسی دوسری نوکرانی سے زیادہ بات چیت کی ضرورت نہیں۔ میں بی بی جان سے کسی اور کام کا پوچھ کر اور سونے کی اجازت لے کر واپس آتی ہوں۔'' اس نے سر ہلا دیا تو رکھی تیزی سے باہر نکل گئی۔

''آپ نے دیکھا بی بی جان، انہوں نے سفید کفن پہنا کر ہماری حویلی میں اپنی چھوری بھیجی ہے۔'' نذر بلند کی بیوی ریشم نے بی بی جان کو متوجہ کیا۔

''میں سارا کجھ دیکھ گھدم، میرے کنڑ کش لکی ہوئی نیئں (میں نے سارا کچھ دیکھا ہے،، مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں) سارے نوکر چاکروں کو میرا حکم پہنچا دو رکھی، چوہدریوں کی چھوری گیٹ سے باہر نہیں جاسکتی، اس کی ہر وقت کڑی نگرانی کرنی ہے کچھ کھا کر مر مرانہ جائے۔''

''جو حکم بی بی جان۔'' رکھی نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

''رکھی، اس کو اپنے ساتھ رکھو ہر وقت نگرانی کرو مجھے لگتا ہے چوہدری نے پٹی پڑھا کر بھیجا ہوگا خودکشی کرے گی یہ چھوری۔ اس کو مرنے نہیں دینا پر خان بخت بلند کی زال بھی بننے نہیں دینا۔ سمجھ رہی ہو؟ ایسے، جیسے اب اکیلا چھوڑ کر آئی ہو اکیلا ہرگز نہ چھوڑو۔ سمجھ رہی ہو؟''

''سب سمجھ رہی ہوں بی بی جان۔'' رکھی کا خاندان نسل در نسل خدمت گار تھا۔ حویلی والے اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسا کرتے تھے۔

''باقی باتیں اور ہدایتیں (ہدایات) ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی ایک دن کا کام تو ہے نہیں اب جلدی جا اس کے پاس، کوئی کانٹھ ہی نہ کیے بیٹھی ہو۔ تم سارے لوگ بھی جاؤ ہمیں دلنواز کا غم منانے دو۔ سویل (صبح) کو ملاقات تھیسی۔'' (ہوگی) بی بی نے باقی نوکروں کو بھی اشارہ کیا۔

رکھی واپس آئی تو وہ اسی جگہ اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی جیسے چارپائی کانچ کی ہو اور اس کے ذرا سے ہلنے پر ٹوٹ سکتی ہو۔

''چادر اتار دے چھوری، اب یہی حویلی تیرا سب کچھ ہے میڈی گالھ بات تیکوں سمجھ آندی ہئی۔'' (میری باتیں تمہیں سمجھ میں آتی ہیں؟)

''سمجھ آتی ہے پر بول نہیں سکتی صرف پنجابی اور اردو بول سکتی ہوں۔'' بوسیدہ بے سامان سے بھرے کمرے میں اس کی آواز یوں گونجی جیسے لوہے کے تھال میں چاندی کے سکے گرے ہوں۔

رکھی نے بے ساختہ اس کے سر سے چادر اتار کر چادر میں چھپا چہرہ دیکھنا چاہا۔ چادر کھینچنے کی دیر تھی

www.pklibrary.com

بادلوں سے اچانک چودھویں کے چاند کے نکل آنے کا منظر بن گیا۔

''ماشاء اللہ، چھوری تُو تو بالکل چوہدرانی نور بانو جیسی ہے ہو بہو وہی۔ اتنی ملوک عمر میں کیسا ظلم ہوگیا تیرے ساتھ، تجھے تو محلوں میں راج کرنے والی ہونا چاہیے تھا کالی حویلی کی نوکر بنادی گئی۔ حق ہا!!!!......''

بانو نے قدرے ہچکچا کر اور پھر شاید ایک دم فیصلے پر پہنچ کر بغل میں دبی مخملی پوٹلی رکھی کی طرف بڑھادی۔

''اماں، یہ میری امی کے زیور ہیں، سچے ہیں ان کی نشانی۔ آپ ان کو سنبھال لیں مجھے جب ضرورت ہوگی تو لے لوں گی۔''

بوسیدہ سامان سے بھرے اونچی چھت اور بڑی کھڑکی والے کمرے میں ایک نفس سرائیکی بول رہا تھا اور دوسرا پنجابی۔ دونوں کو ایک دوسرے کی زبان بولنی نہیں آتی تھی لیکن ہمدردی اور خلوص کی لہریں زبان کی محتاج نہیں ہوتیں، یہ اپنا آپ خود منوا لیتی ہیں۔

رکھی کو اس کم عمر نادان چوہدرانی پر ڈھیر سارا ترس آ گیا۔ وہ اتنی نادان تھی اپنی قیمتی شے نوکروں کے حوالے کررہی تھی بنا پرکھے بنا سوچے سمجھے۔

ہے بھی تو اتنی چھوٹی، اس عمر میں کہاں سے عقل لائے۔ رکھی نے آہ بھر کر پوٹلی تھام لی۔ اس کے سامنے ہی گڑ سے بھری چھوٹی ڈرمی کے نیچے یوں رکھ دی کہ بالکل محفوظ ہوگئی۔ اب کوئی بھلے سارا کمرا چھان مارتا ڈرمی کے نیچے دھری دو اینٹوں کے درمیان وہ پوٹلی محفوظ ہوگئی تھی۔

ننگی چارپائی چھبے گی یہ گندی (رنگ برنگے کپڑوں کے رنگین ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا گیا کور) بچھا لو۔ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔

''تیرا بیگ تو بی بی جان کے پاس چلا گیا یہ میرا چھوٹا بوچھن (دوپٹا) لے لو۔'' بانو نے ہاتھ بڑھا کر دوپٹا پکڑ لیا اسے اس میں سے عجیب غلامانہ سی بساند

آئی پر پھر بھی سر پر اوڑھ لیا۔ سفید لباس پر رنگین دوپٹا ساٹھ واٹ کے بلب کی پیلی بیمار روشنی میں بھی اس کے خیرہ کن حسن کو نمایاں کر رہا تھا۔ دوپٹے کے سارے رنگ اس کے متورم چہرے پر جھلکنے لگے۔ سکڑ سمٹ کر وہ لیٹی تو رکھی نے نگرانی کے لیے اس کی طرف کروٹ لے لی۔ حالانکہ رکھی کو معلوم تھا یہ کم عمر نادان اور معصوم ہے اقدام خودکشی کی طرف کبھی نہیں جاسکتی۔ رکھی اس عمر میں تھی جہاں برے بھلے کی لحموں میں پہچان ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ذمہ داری کو لے کر غافل نہیں ہونا چاہتی تھی مزید اطمینان کر لینا مناسب تھا۔ اس کے بار بار کروٹیں بدلنے سے اسے اندازہ ہوا اسے جلدی نیند نہیں آئے گی تو رکھی نے فرض ادا کرنے کا آغاز کردیا۔

''حویلی والوں کا تعارف کرواؤں؟'' پھر خود ہی شروع ہوگئی۔ ''خان بلند اقبال وڈے خان ہیں فرزند اقبال چھوٹے ہیں۔ باہر کے معاملات میں حکم وڈے خان کا چلتا ہے، حویلی کے اندر ان کی بہن بی بی جان کا چلتا ہے۔ بی بی جان کا دل جیتنا بہت مشکل ہے۔ وہ جیت لوگی تو زندگی آسان ہوجائے گی ورنہ کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر دے گی۔''

''بی بی جان اتنی خوفناک ہے؟''

''ہا!!، بی بی کو کاہل، نکھٹو لوگ پسند کے نہیں۔ تابعدار اور بھاگ بھاگ کے صاف ستھرا کام کرتے نوکر چاکر پسند ہیں۔'' اس سے پہلے کہ وہ آگے بولتی چارپائی سے ہلکی ہلکی خراٹے نما سانسوں کی آواز آنے لگی، وہ سو بھی چکی تھی۔ رکھی کو یاد آیا اس عمر میں وہ بھی ایسی ہی تھی اور اس کی تینوں بیٹیاں بھی۔ بے فکر، آزاد مست ملنگ۔

☆☆☆

خان بلند اقبال خان بلوچ کا خاندان ڈی جی خان کے نواح میں صدیوں سے مقیم تھا۔ یعنی بلوچ خاندان مقامی تھا۔ قیام پاکستان کے وقت ہجرت کرکے نہیں آیا تھا۔ یہ جدی پشتی زمیندار لوگ تھے ہزاروں ایکڑ اراضی کے مالک، حد نگاہ تک پھیلی یہ

www.pklibrary.com

زرعی اراضی صدیوں سے خانوں کی جاگیر کہلاتی تھی۔ آس پاس مقامی ہندوؤں کی زرعی زمینیں بھی تھیں جو تقسیم کے وقت انڈیا شفٹ ہو گئے تھے، ایک طرح سے وہ ہندو بھی لٹے پٹے مہاجر بن کر واپس انڈیا پہنچے تھے۔ ان کو وہاں کے پاکستان ہجرت کر آنے والے مسلمانوں کی زمینیں الاٹ کر دی گئیں۔ یہاں آنے والے مسلمانوں کو انڈیا میں رہ جانے والی زمین کے عوض اُن ہندوؤں کی زرعی اراضی کلیم کے عوض دے دی گئی تھی۔ چوہدری مصطفیٰ کا خاندان گورداس پور سے پاکستان آیا تھا انہیں ان کی انڈیا والی زمین کے عوض جاگیر کے ساتھ ملحقہ زمین الاٹ کی گئی۔ جس میں سے پانچ ایکڑ خانوں کی زمین کے درمیان آتے تھے۔ سُوئے (چھوٹی سی نہر) کے کنارے والے یہ پانچ ایکڑ انتہائی زرخیز تھے گویا فصل کے بجائے سونا اگلتے تھے۔

خان ہمیشہ سے چاہتے تھے وہ پانچ ایکڑ زمین خرید لیں۔ تاکہ آنے والے کسی بھی مہمان کو فصل دکھاتے ہوئے یہ نہ کہنا پڑے بیچ والے پانچ ایکڑ چھوڑ کر آگے سے پھر ہماری فصل ہے۔ وہ ہر طرح کی کوشش کر چکے تھے مگر چودھری کسی طور بھی وہ زمین فروخت نہ کرتے تھے۔ نتیجتاً آئے دن چھوٹی چھوٹی باتوں پر تو کبھی سوئے والے پانی پر جھگڑا بنا رہتا تھا۔ جب تک خان بلند اقبال اور چودھری مصطفیٰ خود زمینوں کی دیکھ بھال کرتے تھے تو یہ جھگڑے خوش اسلوبی سے نمٹ جاتے تھے۔ لیکن جیسے ہی فصل باڑی کی باگ ڈور حویلی کی نوجوان نسل کے ہاتھ آئی اور ادھر سے چودھری مصطفیٰ کے اکلوتے بیٹے چودھری مرتضیٰ کے ہاتھ آئی تو جھگڑے خوش اسلوبی سے نمٹنا ختم ہو گئے۔

چوہدری مرتضیٰ اور خان دلنواز دونوں ہی اکھڑ مزاج تھے ایسے ہی ایک جھگڑے میں چوہدری مرتضیٰ کے سیدھے فائر کی بدولت خان دلنواز قتل ہو گیا۔ بڑی تعداد میں دونوں اطراف کے چشم دید گواہ موجود تھے چنانچہ چوہدری مصطفیٰ کے ایڑھی چوٹی کا زور لگانے پر بھی بیٹا پھانسی سے بچتا نظر نہیں آیا تو اسے مقامی رواج کے مطابق باز و یعنی بیٹی دے کر صلح کرنی پڑی۔ چوہدری مصطفیٰ جانتا تھا خان ان سے کہیں زیادہ بھاری پارٹی ہے مرتضیٰ کو پھانسی لگوا کر ہی چھوڑیں گے زمین کے عوض خون معاف بھی نہیں کریں گے تب ہی اسے غیر لوگوں اور غیر برادری میں بیٹی دینا پڑی تھی۔

یہاں اکثریت سرائیکیوں کی تھی۔ ننانوے فیصد کزن میرج تھی۔ برادری یا خاندان سے باہر رشتہ کرنا توہین سمجھا جاتا تھا۔ کالی حویلی والے تو حد درجہ احساس برتری کا شکار تھے کہ وہ جاگیردار ہیں اس لیے ان کے ہاں باقی لوگوں سے بھی زیادہ سختی سے کزن میرج پر زور تھا تاکہ جائیداد تقسیم نہ ہو، گھر کی گھر میں رہ جائے۔ پھر بھی پھلتے پھولتے خاندان کی بدولت خان بلند اقبال نے بہت سے جدید فیصلے لیے تھے تاکہ آنے والے وقت میں خان فیملی مالی طور پر کمزور نہ ہو۔ صرف زرعی اراضی پر انحصار کرنے کا وقت گزر گیا تھا وہ جانتے تھے جنوبی پنجاب میں ان کی آنے والی نسل کا دبدبہ صرف زرعی اراضی قائم نہیں رکھ سکتی۔ خاندان کی آبادی بڑھتی جا رہی تھی جاگیر تقسیم ہوتی تو شاید دو، دو مربعے ہر فرد کے حصے میں آنے تھے جبکہ ان سے زیادہ تو ہجرت کر کے آئے پنجابیوں کے پاس تھے سو انہوں نے ٹرانسپورٹ کے ساتھ شوگر مل انڈسٹری میں بھی پیر جمائے تھے۔ اب وہ آم اور کینو باہر ایکسپورٹ کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد اور ان کے شروع کیے بزنس کو ترقی دینے کے لیے حویلی کے لڑکوں کا اعلا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری تھا۔ سو وہ لڑکوں کو ڈنڈے کے زور پر بھی پڑھا رہے تھے البتہ حویلی کی عورتیں ابھی بھی سرخی پاؤڈر اور اپنے حسن کو دوآتشہ کرنے کے چکر میں ہی رہتی تھیں تاکہ ان کے سائیں (شوہر) دوسری شادی نہ کر لیں۔

پنجابیوں اور سرائیکیوں کے رسم و رواج بالکل مختلف تھے بلکہ حقیقت یہ تھی مقامی لوگوں کے شادی



pklibrary.com

www.pklibrary.com

بیاہ کے رسم و رواج دین اسلام کے زیادہ قریب تھے۔ ان کے ہاں بیٹی ہونے پر ناک بھوں، نہیں چڑھائی جاتی تھی، جہیز نہیں دیا جاتا تھا، شادی کا خرچا لڑکے والے اٹھاتے تھے۔ انڈیا سے ہجرت کر کے آئے پنجابی ساتھ ہندووانہ رسم و رواج میں مبتلا کٹر ذہن بھی لائے تھے۔ یہ مہاجر پنجابی مقامیوں کو طعنہ دیتے تھے کہ تم لوگ تو بیٹیاں بیچتے ہو۔ باپ بیٹی کے وٹے سٹے کی بدولت جب چاہے مزید شادی کر سکتا ہے۔ ہم تو بہت غیرت مند ہیں۔

یوں یہ نسل ستر سال سے چلی آ رہی تھی دونوں کلچر مذہبی حکم کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے کلچر میں بیٹی دینا توہین سمجھتے تھے۔ سارے علاقے میں چوہدری مصطفی کی پہلا شخص تھا جس نے بقول لوگوں کے بیٹی بیچ کر بیٹے کی زندگی خریدی تھی۔ اب ان کے لحاظ سے جاگیر میں چوہدری سے زیادہ بے غیرت و بے حمیت شخص کوئی نہیں بچا تھا۔ اسی لیے چوہدریوں نے سر عام کہا تھا ہمارے لیے ہماری بیٹی مرگئی۔

لیکن حور بانو کا ذہن ابھی کچا تھا، اسے لگتا تھا یہ محض باتیں ہیں چند دن بعد سب سیٹ ہوگا۔ بابا، لالہ اور پھوپھو جس نے امی کے وفات کے بعد اسے پالا تھا وہ لوگ اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ سب ٹھیک ہو جائے گا یا تو وہ چوہدری منزل واپس جائے گی یا پھر وہ لوگ حویلی آنے لگیں گے۔

☆☆☆

رکھی دودھ دوہ کر واپس آئی تو تب بھی وہ بے فکری سے سو رہی تھی اسے اس چھوری کی بے فکری پر رشک آیا۔

"چھوری اٹھو۔ بی بی جان کے پاس جانا ہے، جلدی کرو۔"

"وہ جو کھال میں بھس بھر دیتی ہے اس کے پاس۔" اس نے انگڑائی لے کر رات والی بات کی تصدیق چاہی۔

رکھی نے ماتھے پر بندھے دوپٹے پر ہاتھ مارا۔ رکھی کہ جھلاہٹ پر وہ مسکرا کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے سبز کائی لگے گھڑے میں ناک بھوں چڑھا کر منہ ہاتھ دھویا، اپنا برش ساتھ نہ لانے پر افسوس کیا اور شیشم کی پتلی شاخ سے مسواک کرنے لگی۔

"چھوری، یہ چونچلے بعد میں کرنا پہلے بی بی کے پاس چھلو۔"

اس نے مسواک وہیں کچے صحن میں بے فکری سے پھینکی اور شان بے نیازی سے قدم آگے بڑھا دیے۔ دل میں جوش کے ساتھ تھوڑا سا ڈر بھی تھا۔ سلیماں کہتی تھی کہ اس لڑکی میں بلی کی فطرت رچی بسی ہے گھر میں دل ہی نہیں لگاتی ہر وقت کہیں نہ کہیں جانے کو پر تولتی رہتی ہے۔ اپنے گھر کے علاوہ اسے دنیا جہان کے لوگوں کے، رشتے داروں کے سہیلیوں کے گھر رہنا پسند ہے۔ وہ چمک کر پھوپھو سے پوچھتی تھی۔

"اپنے گھر میں ہے ہی کیا صرف پابندیاں، باہر نہ جھانکو، لپ اسٹک نہ لگاؤ، نماز پڑھو۔ بھاگ بھاگ کر لالے مرتضیٰ اور ان تینوں شیطانوں کی خدمت کرو۔ ہونہہ۔"

"خاندانی لوگوں میں ایسا ہی ہوتا ہے لڑکیاں سارے ادب و آداب کا خیال رکھتی ہیں بھائیوں کی خدمت کرتی ہیں مقابلے نہیں کرتیں۔"

"میں تو کروں گی۔" وہ ٹانگیں جھلا کر عزم سے کہتی تو سلیماں گھور کر اسے دیکھ کر نظر پھیر لیتی۔ مبادا نظر ہی نہ لگ جائے ایسی غضب کی اٹھان تھی۔ ایسا خیرہ کن نوعمر چہرہ اور حسن تھا۔

رکھی نے ہال میں داخلے کا لکڑی کا بھاری منقش دروازہ دھکیلا، پھر پورا کھول دیا جو کہ ہر دن کا معمول تھا۔ صبح سویرے کھول دیا جاتا رات سونے کے وقت ہی بند کیا جاتا تھا۔ وہ رکھی کے پیچھے پیچھے ہی تھی

"تم ادھر کدھر آ رہی ہو ابھی باہر ہی رہو، چولہے کے پاس جاؤ ادھر بیرو، تاجی، میگھاں ناشتا بنا رہی ہیں ان کی مدد کرو۔"

اس نے قدم واپس موڑ لیے، اس طرف چل

www.pklibrary.com

دی جدھر چھوٹی دیوار کی اوٹ بنا کر چولہے، اور تندور وغیرہ نصب تھا۔ چولہوں سے دھواں اور چائے کی مہک اکٹھی اٹھ رہی تھی۔ وہ تینوں تیزی سے ناشتا بنانے میں مصروف تھیں۔ کسی نے اس پر توجہ نہ دی تو وہ اچک کر چھوٹی دیوار کے اوپر بیٹھ کر انہیں کام کرتے دیکھنے لگی۔ سر پر رکھی کا بوجھن تھا۔ بانو نے سر گھما کر دور نظر آتے گیٹ کو دیکھا۔

اچھا تو یہ گیٹ ہے جس پر رات کو مجھے بابا چھوڑ کر گئے تھے۔ گیٹ اور گھر کی عمارت کے درمیان طویل فاصلہ تھا جس میں گھاس کے قطعے اور پھولوں کی کیاریوں کے ساتھ سایہ دار اور پھل دار درخت بھی لگے ہوئے تھے۔ سیاہ دیو ہیکل گیٹ کی داہنی دیوار پر آہنی شیڈ نصب کر کے گاڑیوں کا گیراج بنایا گیا تھا جس میں اب بھی سیاہ لینڈ کروزر اور سفید ہنڈا اکارڈ کھڑی نظر آ رہی تھی۔ بائیں طرف پھولوں کی روش عبور کر کے ایک اور عمارت تھی۔ اسے معلوم تھا اس میں خان بلند اقبال کے کزن اور خان دلنواز کے سسرال کا خاندان آباد تھا۔

کتنی بڑی حویلی ہے باہر سے تو اتنی بڑی نہیں لگتی تھی اس نے آنکھیں گھما گھما کر جائزہ لینا جاری رکھا۔

حویلی کی بیرونی چار دیواری ایک ہی تھی لیکن اندر برابر تین عمارتیں تھیں جن میں پھولوں کی چھوٹی کیاری جتنا فاصلہ تھا۔ حویلی بھلے صدی پرانی تھی لیکن مکینوں نے اس کی حفاظت اور مضبوطی میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا تھا۔ ذرا سا پینٹ اکھڑتا یا سیمنٹ فوراً ہی معمار بلا لیا جاتا۔ حویلی کی حفاظت پرکھوں کی نشانی کے طور کی جاتی تھی۔ وہ پر تجسس اور مرعوب نگاہوں سے جائزہ لینے میں مصروف تھی جب رکھی اوٹے (چولہوں اور تندور کے گرد بنی چھوٹی دیوار کو اوٹ سے مشابہ لفظ اوٹا کہا جاتا تھا یہ ایک قسم کا اوپن ائیر کچن ہوتا ہے) میں داخل ہوئی۔ اس نے پراٹھوں والی چنگیر، چائے کا تھرماس اٹھایا اور دیواروں کے سائے میں بچھی بڑی بڑی رنگین پائیوں والی چار پائیوں پر رکھنا شروع کر دیا۔ بیرو نے اسے دہی والا ڈونگا پکڑا دیا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے حویلی کی دس بارہ عورتیں بچوں سمیت چار پائیوں پہ آ بیٹھیں۔ وہ ان سب خواتین کو غور سے دیکھنے لگی۔ سب کی ناک میں چھوٹی سی انگوٹھی نما پتلی تار کی تھلی تھی۔ ہاتھوں میں بھاری کڑے اور کانوں میں لمبے بھاری آویزے۔ مجموعی طور پر سب ہی اچھی شکل و صورت کی مالک تھیں، اس نے بی بی جان کا اندازہ لگانا چاہا۔ تب ہی ساری نوکرانیاں الرٹ ہوئی تھیں۔

''سلام بی بی جان۔'' رکھی نے قدرے تعظیم سے سلام کیا تو اس نے بی بی جان سن کر فوراً رخ بی بی کو دیکھنے کے لیے موڑا، پھر اس کی ہنسی نہ رکی تھی۔

''یہ ہے بی بی جان۔'' اس نے رکھی کو یوں ٹھوکا مارا جیسے وہ یاسر کو اور یاسر اسے مارتے تھے، حارث کا مذاق اڑانے کے لیے۔ جواباً حارث لال پیلا ہو جاتا تو سلیماں آ کر اس کی اور یاسر کی ٹکا کر کلاس لیا کرتی تھی۔ انہیں حارث سے سوری کرنا ہی پڑتی تھی۔

رکھی کے ساتھ وہاں موجود سارے نفوس ہکا بکا رہ گئے اس کا ہنسی کا دورہ ہی تھمنے میں نہ آ رہا تھا۔

''یہ کھال میں بھس بھروا دیتی ہیں۔'' وہ پھر سے منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسنے لگی۔ فضا میں طیش کی لہریں سرا ٹھا چکی تھیں۔ بی بی جان تیز قدم اٹھا کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

''تیکوں کوئی درل ھے؟'' (تمہیں کوئی شک ہے؟) وہ اپنے مخصوص لب و لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

''ہاں ناں۔'' وہ الہڑ ہنسی ہنس دی۔ ''میں نے تو سوچا تھا بی بی جان کوئی یہ بڑی سی لمبی سی عورت ہوگی۔'' اس نے بازو اوپر اٹھا کر اشارہ کیا۔ ایک ہاتھ میں حقہ پکڑا ہوگا اس کے پائپ یوں گھما کے مارتی ہوں گی۔ شڑاپ اور کھال اتر جاتی ہوگی لیکن آپ تو......'' وہ پھر ہنسی ضبط کرنے کے لیے لال

www.pklibrary.com

انگارہ ہوگئی۔ ''آپ تو بونی لگتی ہیں چھوٹی سی اور کمزور بھی بہت۔'' اس نے صاف گوئی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

چارپائیوں پر بیٹھی تمام عورتیں سُن رہ گئیں صرف دل نواز کی چھوٹے بچے کی رونے کی آواز آرہی تھی۔

''سیماں، سیماں......'' بمشکل چار فٹ سے ذرا سا اوپر قد اور کمزور سے جسم کی مالک بی بی جان کی آواز اپنے قد بت کے بالکل الٹ تھی، انتہائی بلند اور پاٹ دار۔ بوتل کے جن کی طرح سیماں حاضر ہوگئی۔ لمبی تڑنگی، سیاہ رنگ اس پر پیلا کرتا سیاہ لنگی اور سر پر سرخ بوچھن۔

''سیماں، اس کو ڈیرے لے جاؤ آج سے ڈیرے کی صفائی، ڈنگروں (جانوروں) کی صفائی یہ کرے گی۔ کروالو گی؟''

''بی بی جان، آپ کا حکم ہو تو اس کے وڈیروں سے بھی کروالوں گی۔''

''ایک میں نے ہنسنے کی وجہ سچ سچ بتادی اوپر سے مجھے اتنی گندی سزا دے رہی ہیں۔ آپ کو تو مجھے شاباش دینی چاہیے۔''

سیماں کا زناٹے دار تھپڑ اس کے کان کے نیچے پڑا۔

''بی بی جان کے سامنے آواز بالکل نیچی۔ جب تک وہ بولنے کا نہ کہیں تو بولنا وی کے نئیں، سمجھ گئی چھوری؟ یا لگاؤں دوسرے کان پہ بھی۔''

''میری نظروں سے دور لے جاؤ اس کو۔'' بی بی جان نے ہاتھ سے مکھی اڑائی اور دلنواز کے بیٹے کو اٹھالیا۔ وہ ان کے پاس آتے ہیں کلکاریاں مارنے لگا۔

''اماں تم سب تو کھانا شروع کرو۔'' انہوں نے باقی سب کو کھانے کی طرف متوجہ کیا۔ ''رکھی...... گرمی آگئی ہے آٹھ بجے ہی سورج تپنے لگا ہے۔ میرا خیال ہے ساری گندیاں، کمبل، رضائیاں دھو کر بند کر لو۔ لحافوں کا موسم نہیں رہا۔''

''جی بی بی۔''

''اور ہاں، پہلے اس کو صفائی ستھرائی سکھاؤ پھر باقی کاموں کی ٹریننگ دینا شروع کرو۔ جب سے تیری چھوری بیاہ کر گئی ہے حویلی کے سارے کام ہو تو جاتے ہیں پر جس نہیں آتی۔ اس کو ٹریننگ دو بالکل زُہرا جیسا کام سکھا دو۔ کیسی واہیات اور اتھری ہے۔ اس کے گھر والے ایسے ہیں بے عقل۔ بے فضول، ترٹ موئے، غصے کی زہری۔''

ان کے تصور میں چوہدری مرتضٰی آ گیا۔ دلنواز کی موت کو سات مہینے ہو گئے تھے پر کل سے پھر سے زخم خون اگلنے لگا تھا۔

شادی کے محض دس دن بعد جب وہ بیوہ ہو کر واپس حویلی آئیں تو دنیا سے دل اٹھ گیا تھا۔ سگی خالہ کے گھر بیاہی گئی تھیں ماسی نے بہت زور بھی لگایا چھوٹے دیور سے حق (نکاح) کرلو۔ پر بی بی نے ہجر چنا اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا۔ مہندی اتار دی، زیور اتار دیا صرف آٹھ تولے کے کڑے بازوؤں میں ہر وقت رہتے جب بھی گھستے پھر سے اسی ڈیزائن کو دوبارہ نیا کروا لیتیں، آخر کو وہ ان کے محبوب شوہر کا دیا پہلا اور آخری تحفہ تھے۔ بھائیوں نے بھی ماں کے بعد حویلی ان کی ہتھیلی پر رکھ دی۔

دلنواز پیدا ہوا تو فرزند اقبال نے بہن کی گود میں ڈال دیا۔ جس کو بی بی جان نے پالا پوسا شادی کی اس کا تیسرا بچہ ہونے والا تھا کہ چوہدری مرتضٰی نے دلنواز کا ہجر بھی ان کے مقدر میں لکھ دیا۔ شوہر کے بعد دوسری محبوب ہستی بھی دنیا سے چلی گئی اور جب وہ خوش تھیں دل نواز کا قاتل پھانسی لگنے والا ہے تو ایک نوعمر بدتمیز لڑکی لے کر قتل معاف کر دیا گیا۔

یوں تو ساری حویلی کو وہ زہر لگ رہی تھی پر بی بی جان، صباحت اور صباحت کے میکے کا رنج باقی سب سے جدا تھا۔

☆☆☆

اسے پندرہ دن ہو گئے تھے جانوروں کی گندگی کی صفائی کرتے۔ ان دنوں میں اس کو نہ اندرون

www.pklibrary.com

حویلی جانے دیا گیا نہ بی بی جان نظر آئیں۔ اپنے تیئں وہ سزا بھگت رہی تھی بی بی جان معاف کر دیتی تو مسئلہ ختم ہو جاتا۔ مرتضٰی لالہ اسے آ کر واپس لے جائے گا۔ والا خواب بھی ٹوٹ گیا تھا۔ سیماں کے چانٹے کی مار اور رشتوں سے یکی جدائی جو اسے صرف زبانی کلامی بات چیت لگی تھی۔ عفریت بن کر دبوچ چکی تھی۔ رات والا صدمہ تو دل ہی چیر گیا جب اسے پتا چلا چوہدری مصطفیٰ ہمیشہ کے لیے جاگیر چھوڑ گئے ہیں۔ زمین مخدوموں نے خرید لی، حویلی والے خریدنا چاہتے تھے قیمت بھی مخدوموں سے زیادہ لگا رہے تھے لیکن ان کو جان بوجھ کر نہ بیچی گئی۔ جس پر حویلی میں چوہدریوں کے خلاف مزید غم وغصہ گردش کر رہا تھا۔

آج صبح سے ہی اسے حویلی میں عجیب سی چہل پہل محسوس ہو رہی تھی بلا آخر ظہر کے بعد سیماں نے اسے بھی ساتھ لیا اور پچھلے دروازے سے کوارٹروں میں آ گئی۔

''جاؤ نہا کر صاف ستھرے کپڑے پہنو، آج نیاز ہے۔ چاند کے ہر مہینے جیٹھی جمعرات کو بی بی جان کھیر کی دیگ بنواتی ہیں، وڈے مخدوم کے مزار پر دیا بھی جلانے جاتی ہیں۔ وڈی کرامت والے تھے وڈے مخدوم۔'' سیماں عقیدت سے جھوم رہی تھی۔

نہا کر اپنی پھوپھو کا خود سلائی کیا ہوا ہلکا سبز رنگ کا سوٹ پہنے اس نے غصے سے زور زور سے بالوں میں کنگھی کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ سلیماں دیکھ لیتی تو اسے دو تھپڑ لگاتی، وہ اس کے بالوں سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ اسے اب صحیح معنوں میں خود پر پڑی افتاد کا اندازہ ہو رہا تھا۔ سب کو یاد کر کے آنسو بہانے کا سلسلہ تو مرتضٰی کی آمد اور خاموش رہنے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

باہر سے جلدی جلدی کی پکار پر اسے اپنا سیاہ رنگ کا ہیئر بینڈ نہیں ملا تو رکھی کے کمرے میں پڑا ہوا ٹوٹا پھوٹا کلپ بالوں میں لگالیا۔ اس کے ڈیزائن کی پتریاں انتہائی تیز تھیں یا کثرت استعمال سے تیز ہو چکی تھیں لگاتے سمے وہ پتریاں اس کی ہتھیلی میں اچھی خاصی خراش ڈال گئیں ذرا سا خون بھی خراش پر نمودار ہو گیا۔

حویلی کا بڑا گیٹ کھلا ہوا تھا کافی عورتیں گیٹ سے باہر تھیں وہ بھی ان کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ اسے دیکھ کر عورتیں کانا پھوسی میں مصروف ہو گئیں۔ اس نے باپ کے لیے بے غیرت کے الفاظ صاف سنے۔ وہ ساری آپس میں رشتے دار، ہم زبان اور ایک ہی کلچر سے تعلق رکھتی تھیں ایک وہی تو تھی جو ان میں سے نہیں تھی بلکہ بالکل الگ تھی۔ پھر وہ کیسے برداشت کی جا سکتی تھی۔ ان سب سے اور حالات سے نفرت کی اٹھتی لہریں اتنی طاقت ور تھیں کہ اس بونگی سی نو عمر لڑکی کو بے وقوفانہ ردعمل دکھانے پر مجبور کر گئیں۔ اس کا دل کیا ان سب کو تہس نہس کر دے جن کی بدولت وہ ڈار سے بچھڑی کونج بنی تھی۔ اس نے حسرت سے دور شان سے کھڑے اپنے باپ کے گھر کو دیکھا جس کے بارے میں سنا تھا وہ اب اس کے باپ نے بیچ دیا ہے۔ اچانک اس کے اندر جوش بھر گیا حویلی، بی بی جان اور سیماں سے نجات کی راہ نظر آنے لگی۔

گندم کی سبز فصل کے بیچوں بیچ لیکن دور نظر آتی چوہدری منزل اور اس کے سامنے کھڑی باپ کی گاڑی وہ ہزار میل سے پہچان سکتی تھی۔

''بابا شاید پھر کبھی جاگیر نہ آئیں، آج وہ آئے ہیں تو موقع سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔''

''فاصلہ بہت زیادہ ہے یہ ریاستی (سرائیکی) پکڑ لیں گے۔'' دماغ نے تخمینہ لگایا۔

''بابا شاید آخری بار آئے ہیں اگر آخری بار نہیں بھی آئے تو بھی کیا پتا جب وہ پھر کبھی آئیں تو مجھے پتا ہی نہ چلے۔ مجھے ہر وقت حویلی سے باہر آنے کی اجازت بھی تو نہیں ہے۔'' دل نے آخری مضبوط دلیلیں دے کر اپنی کرنے کا فیصلہ سنا دیا تو دماغ نے ایکشن کا سارے جسم کو حکم پہنچا دیا۔

''حوری، اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا

www.pklibrary.com

بھاگ، لالہ تو جیل سے چھوٹ ہی چکے ہیں اب یہ ریاستی (سرائیکی) ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" اس نے گھر کی طرف سرپٹ دوڑ لگا دی۔ سرخ رنگ کی بید کی ٹوکری میں سے چراغ جلانے کے لیے رکھا دیکی تھی، اگر بتیاں اور ماچس دور جا گرے۔ ٹوکری والی عورت حور بانو کا دھکا لگنے سے کراہ کر رہ گئی لیکن وہ کمان سے نکلے تیر کی طرح بھاگتی چلی گئی۔

پیچھے بی بی جان کی پاٹ دار آواز اور سرائیکی لعن طعن سن کر اس نے بھاگتے بھاگتے نفرت سے ذرا سا پلٹ کر بی بی جان کو دیکھا جو اسے واپس لانے کی ہدایات دے رہی تھیں۔ وہ نوعمر ہرنی تھی چوکڑیاں بھرتی منٹوں میں جنم بھومی کے نزدیک تر ہونے کی کوشش کر رہی تھی ساتھ لالہ اور بابا کی پکار بھی جاری تھی تاکہ وہ سن کر باہر نکل آئیں اور اسے ساتھ لے جائیں۔ وہ اب گندم کے کھیتوں سے نکل کر کچی اکلوتی سڑک پر بھاگ رہی تھی۔ جب سامنے سے آتی جیپ عین اس کے سامنے جھٹکے سے رک گئی۔ اس نے پیور کا ہلکا سبز دوپٹا کندھے سے کھینچ کر جیپ کے بونٹ پہ پھینکا تاکہ دوڑنے میں در آتی اس ہلکی پھلکی شے سے بھی نجات پا سکے اور جیپ کے پہلو سے نکل کر دوڑ اور پکار جاری رکھی۔

نذر بلند نے پیچھے آتی سیماں اور باقی عورتوں کو دیکھا تو اس کے پیچھے دوڑ لگا کر پکڑ لیا۔ بخت بلند ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا حیرت سے سارا منظر ملاحظہ کر رہا تھا۔ نذر بلند نے اس کی کلائی سیماں کے حوالے کر دی سیماں اور دوسری عورت نے مل کر اسے کھلی جیپ میں دھکیلا اور دائیں بائیں سے دبوچ کر بیٹھ گئیں۔ اب وہ بلند آواز سے رو رہی تھی

"مجھے میرے گھر جانے دو۔ لالہ تم لوگوں کی بوٹیاں کر دے گا۔ مجھے میرے گھر جانے دو۔ میرے بابا پھر بھی جاگیر نہیں آئیں گے۔ میں اکیلی رہ جاؤں گی مجھے جانے دو۔" چیخ چیخ کر اس کا گلا بیٹھ گیا۔

"وہ تو بی بی جان تجھے خود گھر بھیجے گی۔" سیماں نے دانت پیسے۔ ایسا یہاں ہوتا تھا ان کے ہاں صلح صفائی، لڑائی جھگڑے مٹانے کو "بازو" دینا عام بات تھی یوں تو کسی لڑکی نے نہ کیا تھا۔

جیپ رکی تو سیماں نے اسے دھکا دے کر بی بی جان کے سامنے کھڑا کیا۔ جھلسی رنگت، ابتر حالت کسی اجڑے باغ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ بی بی جان نے بھاری کنگنوں والا ہاتھ اٹھا کر اس کا منہ دبوچا۔

"ادھر کیا لینے جا رہی تھی؟ تیرے بے غیرت باپ نے خود زبردستی تجھے ہمارے حوالے کیا ہے۔ تجھے بیچ کر بھگوڑے ہو گئے ظالم، بے درد، بے غیرت......"

اس عورت پر اسے پہلے سے بہت غصہ تھا۔ اس کا کچا ذہن کہتا تھا اس کے ساتھ برا سلوک صرف یہی عورت کر رہی ہے۔ اس نے یکلخت چلا کر بی بی جان کے منحنی سے وجود کو دھکا دیا، وہ جیسے اڑتی ہوئی پیچھے کو گری تھیں۔

"بونی، بے غیرت تم ہو، تمہاری ماں ہے۔ دوسروں کو گالیاں دیتی ہو اسی لیے اللہ نے بونی بنایا ہے اور بونی بنو گی۔"

یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ کسی عورت کو سمجھ میں ہی نہ آیا کیا کرے۔ اس نے گری ہوئی بی بی جان کو مزید مارنا چاہا تھا کہ پیچھے سے اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچ لیا گیا۔ بخت بلند نے کڑاکے کا تھپڑ اس کے سر کے پچھلے حصے پر مارا اور پھر خود بھی کراہ کر رہ گیا۔ حور بانو کے بالوں میں کھل کر پھنسا ہوا کلپ اس کی کلائی سے ہتھیلی تک لمبی گہری خراش ڈال چکا تھا۔ فزکس کے اصول کے مطابق جتنی طاقت سے اس نے تھپڑ مارا تھا جواباً اتنی ہی طاقت سے کلپ کی باریک تیز دھار پتری اس کی کلائی کے نرم گوشت میں گہرا اتر کر ہتھیلی تک گہری خراش ڈال گئی تھی۔

"دھاڑوو میں تاں مر دی، ھاں بہوں رت واہندی پئی اے اینویں دسدے جیویں کئی رگ کٹ گئی اے۔" (ہائے میں مری، بخت یہ تو بہت خون ضائع ہو رہا ہے لگتا ہے کوئی نس کٹ گئی ہے)......

pklibrary.com

www.pklibrary.com

صفیہ چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کا بہتا خون دیکھ کر دل تھام کر آگے بڑھی۔

''سیماں اس کو اندر جا کر بند کر دو خود بھی ساتھ بیٹھو، میری بات سمجھ گئی ہو۔'' سیماں سمجھ گئی کہ ہدایت دی جا رہی ہے قیدی خود کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ جو بھی نقصان پہنچانا ہوا حاکم خود پہنچائے گا۔

☆☆☆

وہ سب ایک بار پھر انجلینا جولی کی نئی فلم سینما میں دیکھنے جا رہے تھے حالانکہ بیشتر کلاس فیلوز نے فلاپ قرار دے دی تھی۔ لیکن وہ اپنی آنکھوں سے فلاپ فلم کا نظارہ کرنا چاہ رہے تھے۔ بخت بلند نے یو یو ہنی سنگھ کو چھیڑ کر اسٹیئرنگ پر انگلیاں بجانا شروع کیں تو لاشاری نے چوٹ کی۔

''یہ چھڑوں (کنواروں) کے گانے ہیں تو اب شادی شدہ ہے کوئی غمگین سنا کر، کوئی لتا سنا کر یا پھر مہدی حسن سنا کر۔''

''کون سی شادی کمینے؟ کتنی بار بتا چکا ہوں میں سدا بہار چھڑا رہوں گا۔ وہ شادی نہیں تھی دو بڑے لیکن مختلف خاندانوں میں سمجھوتا تھا۔ جس سے کسی قاتل کی پھانسی رک گئی۔''

''لیکن بھابھی تمہاری حویلی میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے موجود ہے۔'' سہیل نے سنجیدگی سے کہا۔

''اس سے نہ اسے کوئی فرق پڑتا ہے نہ کسی اور کو، ایسی ہی ایک غیر خاندانی غیر زبان کی عورت رحیم یار خان میرے ماموں کی حویلی میں قصاص میں آئی تھی چند سال پہلے فوت ہوئی ہے۔ جنازے میں پورا خاندان بھی شریک نہ ہوا تھا تم حویلی میں موجود ہونے کی بات کر رہے ہو۔''

''یہ کوئی فخر کی بات تو نہیں بخت، یہ تو عورت پر ظلم ہے۔'' سہیل طبعی فلسفی اور حساس طبیعت کا مالک تھا جب اپنی آئی پر آتا تھا تو گروپ کی ناراضی کی بھی پروا نہیں کرتا تھا۔ اگر بخت بلند جاگیر دار تھا تو سہیل کا سارا خاندان فوج میں افسر تھا۔

''میڈے مٹھل، اوہ عورت کے نئیں ٹین ایجر بالڑی ہئی (میرے پیارے وہ عورت نہیں بچی ہے)'' بخت نے قہقہہ لگایا اور سیٹی پر ہنی سنگھ کے ساتھ دھن ملائی۔

''لک ٹوینٹی ایٹ کڑی دا فورٹی سیون ویٹ کڑی دا۔''

اب کے سہیل نے ہاتھ بڑھا کر موسیقی بند کی اب وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

''اگر وہ بالڑی ہے تو تمہاری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ تمہیں اسے پروٹیکٹ کرنا چاہیے حویلی کی ظالم روایات کو لے کر کب تک چلو گے۔ وہ اب بدسلوکی یا شاید تشدد کا نشانہ بن رہی ہوگی۔''

تشدد کے ذکر پر بخت بلند کے دل میں طیش کی لہر اٹھی اس کے سامنے چار دن پہلے کے مناظر آئے۔ کیسے بی بی جان کو دھکا دیا گیا اور کیسے وہ ان کا گلا دبانا چاہتی تھی۔ بی بی جان کو بوتی، چھٹکی کہہ کر اس نے ساری عورتوں کے سامنے توہین کی تھی۔ اور پھر سب سے آخر میں ابھی تک اس کے اپنے ہاتھ پر گہرا زخم موجود تھا۔ جس کے نتیجے میں اسے ٹیٹنیس کا انجکشن بھی لگا تھا اس کٹنے پر دو دن باقاعدہ پٹی بھی کروانی پڑی تھی۔ اب بھی کھرنڈ کے آس پاس زخم سرخ تھا۔ اسے وہ بدتمیز لڑکی بہت بری لگی تھی۔

''بھلے اسے کتوں کے آگے ڈال دیں میری بلا سے۔'' اس نے رفتار یکدم بڑھا دی موڈ ہی بگڑ گیا تھا۔ لاشاری نے اس کے بگڑے موڈ کو دیکھ کر بات ہی پلٹ دی۔

''یار، فیقے کو دیکھا ہے؟ آج کل کامرس والی نئی لڑکی کے آگل پچھل پھر رہا ہے۔''

''کل بتانا تھا آج تم لوگوں کے بجائے نئی کامرس والی کو ای کامرس پڑھا رہا ہوتا۔'' بخت بلند چہکا۔

''اب تو دوسروں کی بچیوں کو ہتھیانا بند کر دے ورنہ تیری ٹین ایجر بیوی کو بھی کوئی ہتھیا سکتا ہے۔''

www.pklibrary.com

سہیل ابھی تک خطرناک موڈ میں تھا۔ لاشاری نے ٹہوکا مار کر اسے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن اس پر آج فلسفی اور اصلاحی موڈ طاری ہو چکا تھا۔اس کی تلخ بات پر بخت بلند نے رفتار مزید بڑھا دی۔

''جگر، تو ہر دو مہینے بعد میرا ضمیر جگانے کی کوشش کے بجائے ان ''بچیوں'' کا جگانے کی کوشش کیا کرو تا کہ وہ میری ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر پرانا بوائے فرینڈ نہ چھوڑا کریں لیکن نہیں ان بے ضمیر لڑکیوں کو تو اسٹیٹس بدلنا ہوتا ہے۔''

''ان لڑکیوں کو بے ضمیر کہنے سے پہلے اپنا ضمیر بھی چیک کرلو جوان کو شدید ورغلاتا ہے۔'' سہیل نے دوبدو بخت کو جواب دیا وہ بخاری نہیں تھا جو چپ ہو جاتا۔

''میرے پاس ضمیر ہے ہی نہیں، اتنے سالوں سے بتا رہا ہوں نہ پاس دل ہے نہ ضمیر۔'' اب اس نے غصے سے ریس مزید بڑھا دی فلم دیکھنے کا موڈ ہی تباہ ہو گیا تھا۔

''بخت، اسپیڈ کم کر......'' سہیل اور لاشاری چلا اٹھے۔اس سے پہلے کہ وہ اسپیڈ کم کرتا چھوٹی ذیلی سڑک سے اندر مین روڈ میں داخل ہوتی موٹر سائیکل اور بھاری بھرکم جیپ کا تصادم شدید تھا۔

بخت بلند خان جانتا نہیں تھا دل اور ضمیر قدرت ہر آنے والی روح میں اتار کر بھیجتی ہے۔ جب کوئی ذی روح مسلسل قدرت کی عطا کی توہین کرتا ہے تو پھر محبت اور نفرت کے حادثے وقوع پزیر ہوتے ہیں۔بعض حادثے ضمیر اور دل ہی نہیں جگاتے بلکہ بنیادیں ہلا ڈالتے ہیں۔ بخت بلند کی بنیادیں ہلا دی گئیں۔

☆☆☆

تا حد نگاہ ہریالی پھیلی تھی کہیں مکئی، کہیں گنا، کہیں کپاس اور کہیں پیلے پھولوں سے مزین سرسوں عجیب پیلا اور سبز سماں باندھ رہی تھی۔ جب سے پوہ کا مہینہ چڑھا تھا سورج بادشاہ زمین سے ناراض تھا کبھی کبھی دن دو بجے دھند کا راج ختم کرنے کے لیے ذرا سا نمودار ہوتا اور تین بجے پھر سے غائب۔آج کوئی پندرہ دن بعد صبح دس بجے سورج نکلا، دھند چھٹی تو بی بی جان نے ساگ کی فرمائش کر دی۔

وہ رکھی اور سکھاں کے ساتھ ساگ توڑنے باغ والے ڈیرے آئی تو یوں لگا ساری جاگیر کی عورتیں دیسی سرسوں کی گندلیں توڑنے خانوں کے کھیتوں میں آئی ہوئی ہیں۔ حور بانو نے رکھی کو دھوپ میں پگڈنڈی پر زبردستی بٹھایا۔ بدرنگی موتی ستاروں والی شال سر اور گردن کے گرد لپیٹی، بید کی ٹوکری باقی سرائیکی عورتوں کی طرح کمر کے پہلو پہ جمائی اور سرسوں کے کھیت میں ساگ توڑنے گھس گئی۔

''موئی، کوئی کوٹی (جرسی) کیوں نہیں پہن کر آئی، اب دیکھنا ٹھنڈ لگ ویسی۔ بیمار تھی گئی تا میں کیا کروں گی۔'' رکھی کے لہجے میں ممتا کی مخصوص نرماہٹ و محبت تھی۔

اس نے سنی ان سنی کر کے تڑاک تڑاک دیسی گندلیں توڑنے اور سکھاں کے ساتھ باتیں کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب ہی وڑائچوں کی بڑی بہو اس کے پاس آ گئی۔

''حق ہاااا، بانو، اب تو تجھے دیکھ کر کوئی پہچانتا ہی نہیں کہ نور بانو کی دھی ہو۔ بالکل سرائیکی لگتی ہو ویسے ہی لال پیلے موتی ستاروں والے کپڑے وہی ان کی بولی۔ پنجابی تو لگتا ہے بھول ہی گئی ہو۔'' ایک لمحے کو حور بانو کے کام کرتے ہاتھ رکے پھر وہ رسان سے بولی۔

''نہیں بھولی نہیں ہوں، پنجابی بھی آتی ہے اردو بھی آتی ہے۔''

''کبھی مرتضیٰ کا کوئی پیغام کوئی فون کچھ تو آیا ہوگا؟''

''نہیں، کبھی نہیں آیا۔'' اس نے پھر سے رسان سے جواب دیا۔

''چچ چچ......'' وڑائچوں کی بڑی بہو نے پھر سے اس کی قسمت پر تاسف کا اظہار کیا۔ سکھاں اب

www.pklibrary.com

ان دونوں سے دور ہٹ چکی تھی۔

''بخت بلند کو بھلا کتنے سال ہو گئے امریکا گئے؟'' اب آواز پہلے سے بھی دھیمی تھی۔

''سات سال۔'' وہ بدستور مگن تھی۔ جب بھی چار عورتیں اکٹھی ہوتیں موضوع گفتگو اس کی ذات ضرور بن ہی جاتی تھی۔

''ہائے ربا، اینے سال...... تجھے جب حویلی دیا گیا کتنی کوئی تیری عمر ہوگی؟'' اب وہ بڑے تجسس سے پوچھ رہی تھی۔ آنکھیں اس کے سراپے پہ جمی تھیں جیسے کچھ کھوج بھی رہی ہو۔

''پندرہ سال کی تھی میں۔''

''رخصتی...... تو...... نہیں ہوئی ہوگی میرا مطبل ہے تیری اور بخت بلند کی کوئی آپس کی ''گل بات'' تھی یا......؟''

لہجے میں تجسس کے ساتھ بھرپور چسکا بھی موجود تھا، حور بانو چپ چاپ اپنا کام کرتی رہی۔

''میری گل سن، میں نے سنا ہے بی بی جان اور صباحت تیرا اور بخت کا میاں بیوی والا تلق (تعلق) نہیں بننے دینا چاہتیں۔ اسی لیے تجھے پہلے بھی بخت بلند سے دور رکھا گیا ورنہ یہ تو بارہ بارہ سال کی کڑیاں منڈے ویاہ لیتے ہیں۔ اسے سب سے چوری خود فون کرلو۔ آخر کو بیوی ہو۔ اسے بلاؤ اک واری تجھے اب دیکھ لیا نا تو تیرے کشٹ دور ہو جائیں گے۔ حویلی میں کوئی اک کڑی وی تیرے پیر ورگی نہیں ہے۔ نوکر لگتی ہیں تیری اور نوکر تجھے بنایا ہوا ہے۔''

وڑاپچوں کی بہو نے اپنی طرف سے اسے سب سے بڑھیا سبق پڑھایا۔

وہ انہماک سے گندلیں توڑتی رہی لیکن خاتون ہمت ہارنے پر آمادہ نہیں تھی۔

''وہ جس بندے کا ایکسیڈنٹ بخت نے کیا تھا اب بھی بے ہوش ہی ہے۔'' لہجے میں حیرت تھی۔

''جی، سنا ہے ابھی بھی کوما میں ہی ہے۔''

ایک بار منے کے ابو نے بتایا تھا خان بخت بلند اس بے ہوش آدمی کی وجہ سے امریکہ گیا تھا۔ اسے ایکسیڈنٹ کا بہت افسوس تھا۔ اب تب ہی آئے گا جب وہ بندہ ہوش میں آیا۔ اے گل سچی اے؟

''مینوں نئیں پتا۔'' اس نے اکتا کر سکھاں کو کھوجا اور پھر سکھیاں کی طرف بڑھ گئی۔

''تمہاری تفتیش ختم ہوگئی؟''

''میں خود جان چھڑا کر بھاگ آئی ہوں، تجھے شرم نہ آئی مجھے اس کے پاس اکیلا چھوڑتے۔'' وہ سکھاں پر ناراض لیکن اپنی قسمت پر پانچ سال پہلے ہی راضی برضا ہو چکی تھی۔

''سکھاں، ہار مان لے تجھے اب ''ب'' سے کوئی گانا نہیں آ رہا۔'' سکھاں کی سہیلیاں سبز مرچیں توڑتی سکھاں کو چڑا رہی تھیں۔

''تم لوگ جان بوجھ کر میری باری پر ''ب'' لے کر آتی رہی ہو۔''

سکھاں ناراض ہونے لگی تو حور بانو نے تان اٹھالی۔ وہ جو پہلے دھیمی دھیمی آواز میں لگی ہوئی تھیں اس کی اونچی تان دیکھ کر چٹکیاں بجانے لگیں۔ ایک دم سب ساگ توڑتی خواتین اس کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ سرسوں کے پیلے پھولوں کے بیچ پیتل کے تھال میں چاندی کے سکے گرنے لگے۔

بہوں اوکھی جاتے دل لایا اظہار وی کر نہ سکدے

ملاقات تے رہ گئی ہک پاسے دیدار وی کر نہ سکدے

ساکوں قسم اے تیری چاہت تو انکار وی کر نہ سکدے

بس عابد چند مجبوریاں نے تیکوں پیار وی کر نہ سکدے

غم تیرا مار گیا، غم تیرا مار گیا

ساڈی جوانی گئی دس تیرا کی یار گیا؟

وہ اوس کے پانی سے بھرے اپنے نائیلون کے سیاہ بوٹوں اور رنگ اڑے گیلے ٹراؤزر کے پائنچوں کو دیکھتے اونچے سُر میں دل جمعی سے گا رہی تھی۔ جونہی گانا اختتام کو پہنچا تو اس نے بوٹوں سے سر اٹھایا تب

www.pklibrary.com

اسے پتا چلا چنگیوں کی آواز کب سے بند ہو چکی۔ شاید وہ کچھ اور بولتی کہ خاموشی کی وجہ نے بلند آواز سے پکار ڈالا۔

"آج تو دشمن ساگ گھنن آئے کھڑے ہیں۔" سجاول خان کی آواز نے اسے پھریری دلا دی۔

گزشتہ پانچ سالوں نے اسے سارے آداب غلامی سکھا دیے تھے۔ میں، ماردی تھی، نوجوانی چھین کر بھرپور دوشیزگی دے ڈالی تھی۔ بے خوف اور ایڈونچر پسند طبیعت کو سنجیدہ بلکہ رنجیدہ کر ڈالا تھا۔ وقت نے ہر شے سکھا دی تھی نہیں سیکھ سکی تو صرف سجاول خان کی شعلہ صفتی و بدنظری سے بچنے کا ڈھنگ نہیں سیکھ سکی تھی۔

سجاول خان، دلنواز خان کا سالا اور صباحت کا سگا بھائی تھا۔ حور بانو کو یاد نہیں کب وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا پہلے پہل وہ اس سے کہتا تھا۔

"بہن میری بیوہ ہوئی تھی، قصاص کے لیے تمہارا نکاح مجھ سے بنتا تھا۔"

"وہ جانے صباحت کو کیا پٹی پڑھاتا اور صباحت آگے بی بی جان کو جانے کیا کہتی کہ اس کا ہفتہ ہفتہ اعلا نسل کے مویشیوں کے باڑے صاف کرتے گزر جاتا حالانکہ اب ایسی ڈیوٹی اس کی کب کی ختم ہو چکی تھی۔ جن دنوں وہ ڈی جی خان والی شوگر مل سے گھر آیا ہوتا حور بانو کے لیے مشکل ترین دن ہوتے تھے۔ اب آج کل وہ اس سے محبت کا دعوا کیے ہوئے تھا۔ حور بانو بچی نہیں تھی وہ ہوس کے سارے رنگ پہچانتی تھی۔ جب ہی نفرت سے تھوک کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ شکایت لگانے کا مطلب اپنی کردار کشی تھی۔ وہ حویلی والیوں کی نفسیات آشنا ہو گئی تھی سو رکھی کی پناہ لیے اس کی آغوش میں چھپ کر دن گزارتی جا رہی تھی۔

"تم کو وڈے خان نے بلایا ہے شہر سے ڈاکٹروں کی ٹیم آئی ہے ان کے روٹی ٹکر اور رہن سہن کا انتظام کرنا ہے۔" یہ لمحے حور بانو کے لیے بڑے بھاری ہوتے تھے۔ حور بانو کے لیے سجاول خان کے عاشقی اور حسن کے قصیدے سننا گوبر تھاپنے سے زیادہ کریہہ عمل تھا۔ چاروناچار اسے بائیک پر بیٹھنا پڑا۔ رکھی اب اس کی جگہ ساگ کے لیے پالک توڑنے لگی۔ یقیناً اسے ابھی گھنٹہ اور ڈیرے پر ہی رہنا تھا۔

گیلے پائنچے، گیلے بند جوتے سردیوں کی نمی نمی گیلی دھوپ، بائیک پر اس کے اور اپنے درمیان قدرے فاصلہ رکھ کر بیٹھنے سے اسے ٹھیک ٹھاک سردی لگنے لگی۔

"دیکھو بانو بیگم، نہ بخت نے آنا ہے نہ وہ آئے گا تجھے کیا مصیبت پڑی ہے بخت کے لیے اپنی جوانی برباد کرنے کی پی۔ میری آفر پر غور تو کرو۔"

"شرم نہیں آتی تجھے شادی شدہ ہو کر کسی کی بیوی کو گھر سے بھگانے کی بات کرتے ہو۔ اگر کوئی تیری بیوی سے کہے "میرے ساتھ بھاگ چلو تجھے اچھا لگے گا؟"

"ایسا کہنے والے کی میں گدی سے زبان نہ کھینچ لوں۔" اس نے جھٹکے سے موٹر سائیکل روکی۔ "تو میری بات کیوں نہیں سمجھتی میرا تجھ پہ دل آ گیا ہے، میں تجھے اس طرح سے رلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ مرنے والا مر گیا واپس تو آ نہیں سکتا، تو زندہ ہے تیری زندگی کیوں خراب کی جائے۔ بخت بلند پہلے بھی کملا تھا اب پہلے سے زیادہ کملا ہے۔ تجھے میرے جیسے بندے کی ضرورت ہے۔" وہ مونچھوں کی نوک کو بل دے رہا تھا۔

حور بانو نے خاموشی سے قدم حویلی کی طرف بڑھا دیے، آنکھوں سے خاموش آنسو گر رہے تھے۔

"میرا کوئی والی وارث ہوتا تو یوں سر عام ذلیل نہ ہوتی باپ، بھائی اور تیسرے نمبر پر بخت بلند جانے کیسے خود بخود آ گیا تھا اسے ان تینوں محافظوں سے گلے تھے۔ پیچھے اس نے بائیک اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تو مزید تیزی سے پیر اٹھانے شروع کر دیے۔" سجاول نے بائیک اس کے سامنے لا کر روک

www.pklibrary.com

دی۔

"بخت بلند نے آنا نہیں اور بی بی جان نے تجھے اس کی زال نہیں ماننا۔ مجھے اپنا بنا کر دیکھو حویلی کی اینٹ سے اینٹ سے بجادوں گا۔"

"اپنی شادی کے وقت اینٹ سے اینٹ تو بجا نہ سکے۔ زرینہ ہی بیوی بنی جس سے تم شادی نہیں کرنا چاہتے تھے، اب اسی کے آگے پیچھے پھرتے ہو۔ جو اپنے لیے کچھ نہ کرسکا وہ میرے لیے کیا کر لے گا۔" وہ بھی اب سنبھل چکی تھی اس کے سامنے رونا اپنی کمزوری کا اعتراف تھا جو وہ مر کر بھی نہ کرنا چاہتی تھی۔

"زرینہ سے شادی پر اس لیے راضی نہیں تھا میں سمجھتا تھا مجھ سے وڈیری لگے گی پر وہ تو میری جوانی کے سامنے وڈیری لگتی ہی نہیں۔" وہ ہنسا تو حور بانو کو اس سے مزید کراہت آئی۔

"پچھلی بار مجھے کہہ رہے تھے زرینہ بڈھری (بوڑھی) ہے اب کہہ رہے ہو جوان ہے۔ تمہاری ایک زبان نہیں ہے بدکردار انسان۔"

"مجھے چھوڑو، اپنے کردار کا سوچو حویلی میں کون سا کردار ادا کرنا ہے۔ بخت بزدل تو آنے والا نہیں۔ کہتا ہے پاکستان میں مجھے ساہ نہیں آتا میرے ہاتھوں کسی کا بہوں نقصان ہوا ہے شوہدا۔ ایکسیڈنٹ دل سے لگا کے بیٹھ گیا۔" سجاول کی ہنسی سے حور بانو کو کراہت آئی۔

☆☆☆

"صبا، صبا......" حویلی کے اندرون حصے میں داخل ہوتے ہی ہمیشہ کی طرح اس نے پینترا بدل لیا۔

"کیا تھی گیا؟" صباحت حد درجہ بیزار تھی

"اس بلا کو ڈیرے کس نے بھیجا تھا؟" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھ رہا تھا۔

"بی بی جان یا پھر صفیہ ماسی نے، لیکن تو کیوں پوچھ رہا ہے۔"

"ادھر مجمع لگا کر دوہڑے گا رہی تھی میرا خون کھول گیا میڈی بھین دا سہاگ اجاڑنے والے ہمارے کھیتوں میں گانے گائیں مجھ سے برداشت ہو سکتا ہے تم بتاؤ؟ اس کو پرانی کوٹھڑی میں قید کردو روٹی ٹکر وہیں دے آیا کرو مجھے اس کی منحوس شکل دیکھ کر دلنواز بھائی اور تیرا خیال آتا ہے۔"

صباحت نے آگے بڑھ کر چھوٹے بھائی کو ساتھ لگالیا۔

میڈا مٹھل بھرا۔ مجھے پتا ہے تجھے اس سے کتنی نفرت ہے لیکن ہم مجبور ہیں۔ منحوس ماری شکل گم کر ادھر سے۔"

آہ معصوم عورت کے اعتبار آہ...... میرا بھائی، میرا باپ، میرا بیٹا بدطینت اور بدنظر نہیں ہوسکتا۔ ساری خواتین سمجھتی تھیں حور بانو سے سجاول کو بہوں نفرت اے۔ وہ اس کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا کیونکہ حور بانو اس کے بہنوئی دلنواز کے خون بہا میں آئی ہے وہ نہ آتی تو چوہدری مرتضیٰ کیفر کردار کو پہنچ جاتا۔ اس سے آگے ان کی سوچ نہ جاتی تھی۔

حور بانو کو حویلی آتے ہی اندازہ ہوگیا تھا وہ اسے راستے والی بات چیت کی خاطر بہانا بنا کر حویلی لایا تھا۔ اپنے کوارٹر جا کر اس نے صبا کا دیا ہوا مونگیا رنگ کا سوٹ پہنا۔ ان کا کلچر تھا گہرے رنگ پہننا اور بوڑھی خواتین کا بھی بھرپور میک اپ کیے رکھنا۔ پہلے پہل حور بانو کو نذر بلند اور اس کی بیوی اور باقی جوڑوں کو ایک پلیٹ میں کھاتے اور ایک دوسرے کے لیے نوالے بناتے دیکھ کر عجیب سی شرم آیا کرتی تھی۔ بی بی جان نے تب بھی اس کا منہ دبوچا تھا۔

"ہمارے ہاں یہ سب چیزیں میاں بیوی میں پیار کی علامت سمجھی جاتی ہیں تم لوگوں کی طرح شرم شرم کا رولا ڈال کر میاں بیوی کو دور دور نہیں رکھا جاتا۔"

وہ حویلی آئی تو بی بی جان ڈاکٹرز اور ہیلتھ ورکرز کی ٹیم سے مل کر آچکی تھیں۔ ان کے تخت پر بڑا سا شاپر پڑا تھا جس میں سے شعاع ڈائجسٹ باہر جھانک رہا تھا۔ حور بانو کے دل میں سرشاری اتر

www.pklibrary.com

آئی۔ رسالوں سے اسے پتا چلا نیلوفر آئی تھی۔ نیلوفر نوجوان ڈاکٹر تھی۔ حویلی میں قیام کر چکی تھی وہی حور بانو کو رسالے پڑھنے کا چسکا لگا کر گئی تھی۔ جب بھی حویلی آتی نئے پرانے ڈھیر سارے شمارے ضرور لاتی۔ جو بی بی جان کمال مہربانی سے اسے دے بھی ڈالتیں کہ حویلی کی ساری چھوٹی بچیاں اسی سے اردو لکھنی پڑھنی اور بولنا سیکھ رہی تھیں۔

انہوں نے شاپر کی طرف اشارہ کیا تو اس نے بے تابی سے اٹھا لیا۔ دلنواز کی بیٹی نے اس کے ہاتھ میں لٹکتے تھیلا نما شاپر میں ہاتھ ڈال کر ایک شمارہ نکال کر اس کے آگے لہرایا۔

"بانو، میں یہ پڑھ کر ڈاکٹر بن جاؤں گی؟"

یتیم معصوم بچی کے سوال پر وہ مسکرا دی۔ دلنواز خان کے بچے بیروں سے زیادہ اب اس سے اٹیچ تھے۔ اس سے پہلے کہ جواب دیتی سجاول ہال میں داخل ہوتے بولا۔

"جب ہم پچاس ڈاکٹر حویلی میں نوکر رکھ سکتے ہیں تو تجھے پڑھ پڑھ کر ڈاکٹر بننے کی کیا ضرورت ہے؟" بھانجی کے سر پر چپت لگاتا حور بانو کو پچھ جتاتا ہوا وہ بی بی جان کے تخت کے پاس دھری کونلوں کی بھڑولی پر سی سی کرتے ہاتھ تاپنے لگا تو وہ شاپر پکڑے باہر نکل آئی۔ صفیہ ہال میں داخل ہو رہی تھی۔

"بانو، مہمان خانہ خود جا کے چیک کر کے آ مجھے سیماں پہ اعتبار نہیں ہے۔ شہری لوگ ہیں شہری طریقے کی خدمت اچھی لگتی ہے۔ وڈے خان کو شکیت (شکایت) پہنچی تو وہ ناراض ہوں گے۔"

اس نے رسالے اپنے کوارٹر میں رکھے مردان خانے کے ہال میں انتظامات دیکھنے چلی آئی۔ سب ٹھیک تھا پلٹتے پلٹتے اس کی نظر دائیں دیوار پر چلی گئی جہاں تین پشتوں تک تصویریں لگی تھیں۔ سفید شیر کی گردن پر پاؤں رکھے وہ مسکراتا ہوا کیمرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دیوار پہ ٹنگی تصویر کے پاس ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ گندمی رنگ، روایتی بلوچ کی طرح خوب صورت تراش کی داڑھی پر اوپر کو اٹھی ہوئی نوک دار مونچھیں، پیروں میں بوچی کھیڑی اور کندھوں پہ سرائیکی ڈیزائن کی شال۔ وہ سرتاپا اپنی تہذیب کا نمائندہ لگ رہا تھا۔ حور بانو نے اس کے نقش چھونے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور پھر گرا دیا۔

"تم شیر کے گردن پہ پاؤں رکھے رکھنا ادھر کوئی تمہاری عزت پاؤں تلے روندنے کو بے تاب ہے۔"

وہ بدستور مسکراتا رہا تو حور بانو نے چند لمحے اس کی زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دیکھی اور پھر پیشانی اس کے لبوں سے جوڑ دی۔

"تمہیں میں یاد بھی ہوں بخت بلند بلوچ؟"

سر اٹھا کر پھر سے تصویر کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا تصویر پھر پہلے کی طرح مسکراتی رہی۔ "اتنے حساس ہو کہ اپنی گاڑی کے حادثے سے کوما میں جانے والے کسی غیر کا دکھ نہ دیکھ سکے اور پردیس ڈیرے ڈال دیے۔ مجھے تو پوری پنچایت میں اسکول سے اٹھا کر تمہارے حوالے کیا گیا تھا میرا خیال کیوں نہیں آتا۔ مجھ سے بڑھ کر تمہاری جاگیر میں مظلوم کوئی نہ ملے گا۔ سورج ہاتھ میں لے کر ڈھونڈو گے تب بھی نہیں، میرے لیے تمہاری حساسیت تمہارے حادثے کا شکار ہونے والے شخص کی طرح کوما میں کیوں ہے؟"

کسی کے قدموں کی چاپ سن کر حور بانو تیز قدموں سے باہر گھاس کے قطعے میں نکل آئی۔ یکا یک جیسے حویلی میں کسی نے شور وغل اور خوشی کی لہر پھونک ڈالی۔

"بخت کی ماں، شہر والے بے ہوش مریض کو ہوش آ گیا سہیل کا فون آیا ہے۔ وہ اب چند دنوں میں چنگا بھلا ہو جائے گا۔" بلند اقبال خان کی آواز معمول سے بے حد بلند اور پرجوش تھی۔

"اس کا مطلب ہے میڈا بخت ول آ ویسی۔" صفیہ خوشی سے بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

اماں، دو دن بعد امریکا کا جہاز پاکستان آئے گا بخت کہہ رہا ہے اس نے سیٹ بک کروالی ہے۔

نذر بلند جو یقیناً بخت بلند سے بات کر رہا تھا اس نے فون کان سے ہٹا کر ماں کو تسلی دی اور خوش خبری سنائی۔

حویلی میں شادی کا سماں بن گیا قہقہے اور آنسو ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ رکھی اور سکھیاں وغیرہ سر پر ساگ کے گٹھے رکھے وہیں جمی کھڑی تھیں۔ حور بانو نے من من کے بھاری قدم اور سن ہوئے بازو بڑھا کر رکھی کے سر سے گٹھا اتار لیا۔

"بی بی جان۔ سہیل اپنی زال اور بچے کو لے کر حویلی آ رہا ہے ملنے، شاید وہ لوگ بخت کے حویلی آنے تک ادھر ہی رہیں گے۔ شام کے کھانے کا کسی طرح گزارہ کرواؤ، کل تک میں امتیاز کو بھیج کر شہر والی کوٹھی سے شہری کھانے پکانے کے لیے شہری باورچن (شیف) بلواتا ہوں۔"

سوچ میں ڈوبی بی بی جان نے سر ہلا دیا۔

☆☆☆

"ساتھ چھوٹا بچہ ہے۔ اس کے حساب سے بھی کھانا پینا ہونا چاہیے۔" صفیہ سر پر ٹوپی درست کرتے ہوئے بی بی جان کے تخت پر پڑے کمبل میں گھسی۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ چودھریوں کی چھوری سارے انگریزی کھانے بنا تو لیتی ہے۔ چھوٹا دلنواز کیسے شوق سے اس کے تلے ہوئے موٹے آلو (پوٹیٹو ویجز) کھاتا ہے۔"

"چلو یہ مسئلہ بھی ختم ہوا اور کیا کیا پکایا جائے، صفیہ کو پانچ سال بعد بیٹے کو دیکھنے کی خوشی اور بیٹے سے پہلے بیٹے کے دوستوں کے آنے کی خوشی اتنی تھی کہ وہ صباحت، بی بی جان اور عنایت کی سرد مہری محسوس ہی نہ کر پا رہی تھی۔

"بی بی، صحت تاں ٹھیک ہے تیڈی؟" (آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟) صفیہ اب کچھ پریشان ہوئی کہ بی بی دلچسپی کیوں نہیں لے رہیں۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے، میں بھی کھانا بنوانے کا سوچ رہی تھی۔ رکھی، میری جان کی دشمن کو بلا۔"

رکھی حور بانو کو بلا لائی۔

www.pklibrary.com

"رکھی [illegible] بہوں شوق سے کھاتے ہیں۔ چھوری تو دیسی مرغ کی یخنی اور فرائی رائس (فرائیڈ رائس) پکائے گی۔ چھوٹی کڑاہی نائی بنائے گا۔" حور بانو حکم سن کر پلٹنے لگی تو بی بی جان پھر سے پکار لیا۔

تازہ سبزی رسوئی میں نہیں ہے تو پچھلے دروازے سے سیماں کے ساتھ جا کر پچیس نمبر (کھیت کا نام) سے لے آؤ۔"

اس نے فرماں برداری سے سر ہلا دیا۔

کھانا ہال میں آتش دان میں لکڑیاں دہکا کر اور کوئلوں کی انگیٹھی پاس رکھ کر کھایا گیا تا کہ جو طعام ٹھنڈا ہو فوری کوئلوں پر رکھ کر گرم کر لیا جائے۔ قیمتی لیکن رنگین دستر خوان اور رنگین چمکیلے، بھڑکیلے رنگوں میں ملبوس حویلی کی عورتوں کو دیکھ کر ڈاکٹر سنبل محظوظ ہوتی رہی۔ سہیل اس کی حیرت کو دھیمے دھیمے مسکرا کر انجوائے کرتا رہا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی غیر مرد کو اندرون حویلی میں ہی بٹھایا گیا وہیں اس کے ساتھ حویلی کے مردوں عورتوں نے کھانا کھایا۔

"بی بی جان، میرے لیے سرائیکی تہذیب بالکل الگ اور نئی ہے۔ ہمارے ہاں ایسے لائف اسٹائل کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔" وہ سب اس کی حیرت پر مسکرانے لگے۔

"یہ اتنی بڑی نوز پن پہننے سے ناک میں تکلیف نہیں ہوتی؟ میرا مطلب ہے جب نزلہ زکام ہوتا ہوگا تو ناک صاف کرنے سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں لگتا ہوگا۔"

ڈاکٹر سنبل کی بات پر زبردست قہقہہ پڑا۔

"ہمارے ہاں ناک کا زیور سہاگ کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ سہاگن کی خالی ناک اچھا شگون نہیں مانا جاتا اس لیے ہم بچپن سے ہی چھوریوں کے ناک کان چھید دیتے ہیں۔"

"لیکن پھر بھی بی بی جان یہ تو بہت بڑی بڑی نوز پن ہیں ناک ڈسٹرب رہتی ہوگی۔"

"نکی بھر جائی، ہماری سوانیاں (عورتیں) ہمارا

www.pklibrary.com

زیادہ سے زیادہ خرچا کرانا چاہتی ہیں تاکہ نہ پاس پیسے بچیں نہ ہم دوسری شادی کا سوچیں اس لیے ساری کی ساری ہیرے کے کوکے بھی سونے کی اینٹ جتنے بڑے پہنے بیٹھی ہیں۔'' نذر بلند نے بیوی بیگم کو دیکھ کر شرارت کی تو ہال ایک بار پھر سے قہقہوں سے گونجا۔

''سب کچھ بہت بہت حیرت انگیز ہے ایک بالکل الگ دنیا۔'' سنبل نے ایک بار پھر سے اظہار خیال کیا۔

''بیگم، تمہارا تعلق برگر فیملی سے ہے تمہیں اس لیے بھی یہ سب الگ لگ رہا ہے۔'' سہیل نے بیٹے کو گود میں لیتے بیوی پر چوٹ کی۔

''آپ کون سا دیسی یا سرائیکی ہیں جو مجھے برگر کا طعنہ دے رہے ہیں۔'' سنبل نے برا منایا

''میں تو پکا ٹھیٹھ فیصل آباد کا پنجابی ہوں وہی لگتا ہوں میجر نصیب اسپیشلی میری ٹھیٹھ حرکات دیکھنے مجھے میس بلایا کرتے ہیں بھول کیوں رہی ہو۔''

''لگتا تو بالکل نہیں ہے خواہ مخواہ مجھے سنانے کو یہ کہانی گھڑ رکھی ہے۔'' سنبل نے ناک چڑھائی تو فرزند اقبال نے سنبل کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''بیٹی، غصہ کیوں کرتی ہوں کپتان ایسے ہی شرارت کر رہا ہے۔''

''ویسے جب بخت سے ملو گی تو حیران ہو جاؤ گی۔ وہ یہاں کے ماحول سے بالکل الگ لگتا ہے، بھابھی بھی پنجابی ہیں۔ امید ہے یہاں کے روایتی کلچر کی طرح یہ الگ طرح کا امتزاج بھی بہت خوب صورت لگے گا۔''

وہ ماحول جس میں دھیمے سُر بج رہے تھے یکدم ستار کے تاروں کی طرح تن گیا۔ سہیل کی زیرک نگاہی سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔ اور پھر جیسے اس نے بیوی کو نہ معلوم سا اشارہ کر دیا۔

سورج غروب نہیں ہوا تھا لیکن پوہ مہینہ، کھلے علاقے کی غضب کی سردی میں اتری شام بھی ڈھلتی شام کا منظر پیش کر رہی تھی۔ ڈاکٹر سنبل چولہے کے پاس بیٹھ کر چائے پیتی حور بانو کے پاس آ بیٹھی۔

''تم ہی بخت بلند خان کی بیوی ہو ناں؟''

یہ سوال اس قدر مشکل اور اس قدر دل آویز بھی ہو سکتا ہے حور بانو نے کبھی نہ سوچا تھا۔ پہلی بار کسی نے چوہدریوں کی چھوری سے ہٹ کر تعارف مانگا تھا۔ اس نے سر ہلا دیا۔

''میں کیپٹن سہیل کی بیوی ہوں۔ سہیل اور بخت بھائی اسکول بورڈنگ سے ایک دوسرے کے دوست ہیں، سہیل کو اول روز سے تم اور بخت بھائی کا رشتہ کیسا ہے، معلوم ہے۔ بانو ہم آج اسپیشلی تمہارے لیے آئے ہیں۔''

''آپ کو میرا نام کس نے بتایا، دل میں خوش فہمی اٹھی کہ شاید......''

''بخت کی اماں نے تمہارا نام لیا تھا۔'' وہ مسکرائی تو حور بانو بھی امید ٹوٹنے پر پھیکا سا ہنس دی۔

''تم بہت خوب صورت ہو اتنی کہ...... لیو اٹ مجھے دوائیوں کے نام زیادہ آتے ہیں باقی کوئی ڈھنگ کی مثال نہیں آتی۔''

اس بار حور بانو کھل کے مسکرا دی تو ڈاکٹر سنبل پھر سے تعریف کر ڈالی۔ حور بانو کے چہرے پر گلال پھر گیا۔

''کوئی آ نہ جائے اس لیے میں میں بات کہہ دینا چاہتی ہوں، بانو مجھے بڑی بہن اور سہیل کو اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ تم اب اکیلی نہیں ہو اگر بخت بلند خان بھی تمہارے ساتھ انہی ٹپیکل لوگوں جیسا سلوک کرے یا تمہیں بیوی تسلیم نہ کرے تو موبائل ہے بس ایک کال کی دوری پر ہیں ہم دونوں۔'' اس نے کوٹ کی جیب سے نکال کر فون حور بانو کی طرف بڑھایا لیکن اس نے ہاتھ بھی نہ لگایا۔

''باجی......'' ذرا توقف سے اس کا چہرہ دیکھا کہ باجی کہنے پر برا تو نہیں لگا لیکن سنبل کے تاثرات میں حوصلہ افزائی دیکھ کر اس نے بات آگے بڑھائی۔

''آپ کو مجھے فون کرنے کی ضرورت نہیں

www.pklibrary.com

ہے، آپ کو کال کر بھی لوں تو آپ لوگ کیا کر لیں گے؟"

بڑے ٹھہرے انداز میں اس نے اپنی بات مکمل کی تو سنبل نے اپنے ٹھنڈے ہاتھوں سے اس کے گرم ہاتھ تھام لیے۔

"ہم تمہیں یہاں سے نکال کر لے جائیں گے اپنے میکے جانا چاہو گی تو ہم ان کا ایڈریس بھی ڈھونڈ لیں گے۔" سنبل نے پھر سے فون پکڑانے کی کوشش کی اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"سنبل باجی، ان کا نام نہ لیں مجھے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ جب یہ سب کچھ ہوا تھا میں تو نا سمجھ تھی لیکن بابا کو سب پتا تھا۔ مجھے کفن پہنا کر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی مجھ سے تعلق توڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ حویلی والے اس لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر اچھے ہیں۔ انہوں نے سچ میں مجھے مردہ ہی سمجھ لیا۔ اپنی جھوٹی شان و شوکت جھوٹی غیرت کے نام پر مجھے بھری دنیا میں لاوارث کر دیا اور اب میں پھر سے ان کے پاس پہنچ جاؤں۔ اس سے بہتر ہے یہیں موت آئے حویلی والوں کے قبرستان میں چپ چاپ دفنا دی جاؤں۔" اس کے دو آنسو بھی زمین پر گرے۔

سنبل نے تاسف سے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"اچھا چھوڑو ان کو، ہم تمہیں اپنے پاس رکھیں گے اور جو مناسب لگے گا سہیل وہ فیصلہ کریں گے۔ لیکن یوں بخت کے نام پر تنہا اور لاوارث نہیں چھوڑیں گے۔"

"آپ لوگ بہت اچھے ہیں جو بنا کسی تعلق کے میرے بارے میں اتنا سوچ رہے ہیں۔"

"سہیل نے تو تمہیں دیکھا تک نہیں ہے غائبانہ جانتے ہیں اور تمہیں بہن سمجھتے ہیں۔ وہ بہت ہمدرد فطرت اور کسی کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والے انسان ہیں۔ بخت بھائی کی وجہ سے تم سے تو بہت گہرا تعلق ہے۔ فون نہیں لینا چاہتیں تو فون نمبر لکھ لو۔"

اگلے ہی لمحے اسے سہیل کا نمبر زبانی یاد ہو چکا تھا۔ چائے کے برتن اٹھا کر آتی بیرو کو دیکھ کر سنبل نے قدم ہال کی طرف موڑ لیے دن مکمل ڈھل چکا تھا۔ وہ برتن دھو رہی تھی جب سنبل اور اس کا بیٹا اسپشل اس کے پاس آ کر خدا حافظ کہہ گئے۔

اب ہم بخت بھائی کے گھر پہنچنے پر آئیں گے۔

بیرو نے بھی سنبل کی بات سنی تھی۔ گیٹ پر مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد بی بی جان نے ڈیرے کے نائی کو دودھ والے حلوے کی دیگ پکانے کا حکم جاری کر دیا۔

"بی بی جان صبح پکا لیں گے۔" نذر بلند نے کنی کترانی چاہی۔

بخت کے حویلی پہنچنے تک روز شام کو میٹھا مزارعوں اور باقی لوگوں میں تقسیم ہوا کرے گا۔ سمجھ گئے نذر؟

جی جی بی بی جان، جیسا آپ کو ٹھیک لگے ویسے کریں۔

دھند ابھی سے پھیلنے لگی فضا میں سردی کا راج بڑھنے لگا تو بی بی جان کی تقلید میں سب نے کھلے صحن سے گرم کمروں کی جانب رخ کر لیا۔ اس نے موتی ستارے لگی صباحت کی استعمال شدہ شال کے نیچے ہاتھ چھپا کر سردی کی شدت کم کرنا چاہی اور بی بی جان سے مزید کسی کام کا پوچھا۔ آج کوارٹر پہنچنے کی بھی جلدی تھی تا کہ ڈائجسٹ پڑھنے کے ساتھ ساتھ کسی کو سوچ بھی سکے۔ بی بی جان نے اس کی شال کا کونا کھینچ کر اسے پاس کیا۔ لمبے عرصے بعد انہیں اس پر اتنا غضب آیا تھا حویلی کی نوکرانیاں کے ساتھ ساتھ حویلی کی عورتیں بھی رک گئیں۔

"چھوری، یہ دیکھ میرے بندھے ہاتھ، ہمیں مزید رنج نہ دینا۔ بخت بلند خان کے آس پاس نظر نہ آؤ مجھے، جب تک وہ حویلی رہا کرے گا تو کوارٹر رہے گی یہ منحوس صورت اسے دکھائی تو منہ پہ تیزاب ڈلوا دوں گی۔ حویلی کی کنوار بننے کا خواب نہ دیکھ،

www.pklibrary.com

میرے دلنواز کے قاتل کی بہن ہی رہ۔ تو ایسی منحوس ہے مجھے ایک پل دلنواز بھولنے نہیں دیتی۔ جب جب حویلی میں تو دندناتی ہے میڈا اہا (دل) سڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے دلنواز کے قاتل کو معاف کر دیا۔ تو ادھر نہ ہوتی تو قاتل مرتضیٰ بھی قبر میں ہوتا، میڈا ہااال ٹھنڈا ہوتا۔'' بی بی جان نے غم و غصے سے اسے جھنجوڑ ہی ڈالا۔ وہ فق چہرہ صورت لیے نظریں ٹھنڈے یخ فرش پر گاڑھے کھڑی رہی۔ بی بی جان اب باقی سب کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''آج وہ ڈاکٹرنی اسے کوئی پٹی پڑھا کر گئی ہے اس کے کپتان سائیں نے کہا ہوگا تب ہی وہ اس کے پاس بیٹھ کر دکھ درد پوچھ کر گئی ہے۔ تم سب نے اس پر نظر رکھنی ہے یہ بخت کو رجھانے کے چکر میں ہے۔ جو یہ چاہتی ہے میں ہونے نہیں دوں گی۔ تم سب نے کوتاہی کی تو کھال میں بھس بھروادوں گی۔

''صفیہ بھرجائی، بخت کے آنے پر فوری اس کی شادی کا سلسلہ شروع کرنا ہے جو سوچنا ہے سوچ لو۔ مہینے بھر میں شادی کرنی ہے تاکہ اس منحوس کا خطرہ تو ٹلے۔ دفع ہو جاؤ اب، ادھر کھڑی کیا سن رہی ہو۔'' وہ سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے نکلی۔

''بی بی، کوئی چوہدریوں کی چھوری سے زیادہ سوہنی ہوگی تو ہی میرا دل مانے گا مجھے تو ابھی تک ہماری برادری تو کیا کسی ڈوجے سرائیکی کے گھر بھی اتنی خوب صورت لڑکی نظر نہیں آئی۔

وہ جو بلا ارادہ بڑی کھڑکی کے نیچے کھڑی ہوگئی تھی تو ایک بار پھر قدم تیز کر لیے لیکن رکی وہیں کھڑی تھی۔

☆☆☆

اور پھر حویلی کے بڑے گیٹ کے دونوں پٹ کھول دیے گئے جدید ماڈل کی سیاہ لینڈ کروزر دائیں بائیں گھاس کے قطعوں کے درمیان روش پر رک گئی۔ حور بانو کو لگا دل بھی رک گیا ہے۔ بائیں جانب کا عین اس کے سامنے والا گاڑی کا گیٹ کھلا۔

اترنے والا مردان خانے کے ڈرائنگ روم کی تصویر والا بیس بائیس سال کا لاابالی اور کھلنڈرا نوجوان نہیں تھا بلکہ جاذب نظر، بارعب شخصیت کا اونچا لمبا مچیور شخص تھا۔ حور بانو نے پسلیوں سے باہر آتے دل پر ہاتھ رکھا اور گردن پھر سے نذر بلند کی سیاہ ہرنیوں کے بڑے ڈربے کے پیچھے کھینچ لی۔ وہ کب سے اس کی اوٹ میں کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ اوٹ میں ہونے پر بھی چین نہ آیا تو پھر سے کھسک کر سارے مناظر دیکھنے لگی۔ وہ اب اپنی ماں کو ساتھ لپٹائے کھڑا تھا یقیناً صفیہ رو رہی تھی پھر اس کی نظر سجاول خان پر پڑ گئی۔ آج پہلی بار اس نے نظریں نہیں پھیریں بلکہ جتاتی نظروں سے دیکھا۔

''دیکھو، تم تو چند دن پہلے دعویٰ کر رہے تھے وہ نہیں آئے گا، وہ آگیا ہے۔''

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے صفیہ بیٹے کے بازوؤں میں جھول گئی۔ وہ خود ہی ماں کو اٹھائے اندر پہنچ گیا۔ باقی کا سارا دن حور بانو کو کوارٹر میں کاٹنا پڑا۔ اس نے اپنے پسندیدہ شمارے اٹھا کر پڑھنے چاہے لیکن ناکام رہی، ہر صفحے پر وہ گاڑی سے اتر رہا تھا۔ ڈرائنگ روم والی تصویر دل سے ہی اتر گئی تھی حالانکہ پہلے وہی خیالوں میں آتی تھی۔ وہ اس کی آمد کے مناظر کو جھٹلاتی تو اب کیا ہوگا کا سوال اژدھے کی طرح منہ کھول لیتا۔ تنگ آکر اس نے رسالہ چارپائی پر پٹخا اور رضائی منہ پر کھینچ لی۔

''جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ اس کی خاندان میں شادی کر دی جائے گی اور آنے والی میرا مزید خون نچوڑ کر زندگی اور مشکل کر دے گی اب بس۔''

''کیا بس؟'' غالباً غصے اور بے چینی میں وہ بلند آواز سے سوچ رہی تھی جب ہی رکھی نے اندر آتے اس کی اب بس سن لی تھی۔

''اب بس نہیں اب تو زندگی شروع ہوگی، بہت ہوگئی ان کے رسم و رواج کی پیروی۔ بخت کو میں نے ہاتھوں سے پالا ہے اور تجھے زہرا کی طرح سگی بیٹی سمجھا ہے۔ دونوں کو خوش اور ہنستا بستا دیکھنا

www.pklibrary.com

میری سب سے وڈی حسرت ہے۔ میں بی بی جان، صباحت، عنایت کسی کی نہیں چلنے دوں گی۔"

"اماں، کیا کھی گیا اتنی جذباتی کیوں ہوئی کھڑی ہو؟" حور بانو نے رضائی ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ ذری (ذرا) رش کم ہو جائے ایک دو دن میں تیری اور بخت خان کی ملاقات کرانی ہوں۔ تو بھی پڑھی لکھی ہے وہ بھی پڑھا لکھا ہے اک واری ساری باتیں کر کے نتیجے پر پہنچ جاؤ پھر بھی وہ بی بی جان کی پارٹی میں رہا تو اس ڈاکٹرنی اور سہیل کو فون کر دیں گے۔ میں مرنے سے پہلے تجھے آباد یا پھر حویلی سے بہر (باہر) دیکھنا چاہتی ہوں۔ سجاول کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں تجھے کچھ ہو گیا تو حویلی تیرے لیے محفوظ نہیں رہے گی۔ صباحت اور بی بی جان نے جان بوجھ کر سجاول کو چھوٹ دے رکھی ہے۔ میں تیری طرح بالڑی نہیں ہوں سارا سر چٹا ہے۔" اماں رکھی نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ مار بال بکھیر دیے جو سارے سفید تھے۔

"اماں، غصے کیوں ہوتی ہیں میں کیا کر سکتی ہوں بھلا؟"

"ٹو کجھ کے نا کر بس میڈی گالھ تے عمل کر گھن میڈی مٹھی دھی۔" (تم کچھ بھی نہ کرو صرف میری بات پر عمل کر لو میری پیاری بیٹی)

"اماں، آپ ایک ہی بات کے پیچھے پڑی ہیں۔ میں کسی صورت اس کے کمرے میں نہیں جاؤں گی وہ پتا نہیں کیا سمجھے، مجھے بے شرم بے حیا بھی سمجھ سکتا ہے۔"

"یہ باتیں ہمارے یہاں نہیں ہوتیں، ہمارے مرد خوش ہوتے ہیں کہ ان کی زال ان کی اتنی پروا کرتی ہے، ان سے پیار کرتی ہے، ان کے بغیر رہ نہیں سکتی۔"

"اماں، میں یہ سب نہیں کر سکتی نہ کسی قیمت پر کروں گی جو ہونا ہے ہو جائے۔ وہ پھر سے بستر میں گھس گئی۔" اب رکھی اس کی چارپائی کے سرے پر بیٹھ کر اپنا ٹھنڈا ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگی۔

"اتنے سال ہو گئے تو ابھی بھی ہمارے ریت رواج نہیں اپنا سکی۔" ریشم کو دیکھ بالکل ویسی ہو جا۔

"اماں، قسم سے مجھے شرم آتی ہے ریشم بی بی جیسی شوہدی حرکتیں میں مر کے بھی نہیں کر سکتی جیسے نذر خان شوہر نہیں پتا نہیں کیا ہو۔"

اس نے جھرجھری لی تو رکھی نے فی الحال اس مسئلے پر اسے اس کے حال پر چھوڑا اور اٹھ کر بیٹھنے کے لیے پچکارنے لگی۔

"اماں، کرنا کیا ہے؟"

"تو بیٹھ تو سہی۔" رکھی نے اس کی ناک کے بائیں طرف ملائمت سے انگلی پھیری۔ اتنا گبرو جوان خاوند ہے تیرا، اس کی خیر مانگا کر۔ بخت خان آ گیا تو مجھے تیری خالی ناک اچھی نہیں لگ رہی، پہلے مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ رکھی نے سوہن حلوے کے دھاتی ڈبے سے سیاہ دھاگے والی سوئی نکال لی۔

"اماں، ہرگز نہیں، بالکل نہیں۔" وہ چھلانگ لگا کر چارپائی کے دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔

دیکھ بانو، تو میری پہلی بات نہیں مان رہی میں چپ ہو گئی، اس کا حل میں خود نکال لوں گی اب یہ دوسری بھی نہیں مانے گی تو آج سے مجھے اماں نہ کہنا۔"

وہ چپ چاپ پاس آ گئی۔

بخت نے تجھے زال نہ بنایا، کتر سمجھا تو چپ چاپ اس ڈاکٹرنی اور اس کے افسر میاں کو فون کر دیں گے۔ وہ تیری ذات برادری اور زبان کا ہے۔ تجھے بھین (بہن) سمجھتا ہے برا نہیں کرے گا۔ کوئی اچھا بَر ڈھونڈ کر تجھے ٹھکانے لگا دے گا۔ پوتر سوہنی زال کے حسن جوانی کی حفاظت کے لیے سر کے سائیں کا ہونا ضروری ہے نہیں تو سجاول خان جیسے بدکار پیچھے پڑ جاتے ہیں۔"

وہ جو بغور اماں رکھی کی باتیں سن رہی تھی ایک دم اچھل پڑی۔ اماں نے باتوں باتوں میں سوئی اس کی ناک کے پار کر دی تھی۔

www.pklibrary.com

"بس بس، موسم بڑا سخت ہے دیکھنا چار دن میں آرام آ جائے گا۔ میں مردانے سے لال دوائی لائی ہوں۔ یہ سوئی تو کاٹ لینے دے۔"

وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ دونوں ہاتھ میں ناک چھپائے بیٹھی تھی۔

"میڈی کملی، میڈی سوہنی اب تو بس دھاگے کو گانٹھ دینی ہے پھر دھاگا ناک سے نہیں نکلے گا سوراخ پکا ہو جائے گا۔" رکھی نے پچکار کر گرہ باندھ دی اب اس کی تیکھی خوب صورت ناک میں سیاہ گول دھاگا عجب ہی چھب دکھلا رہا تھا۔ اماں نے بلائیں لے ڈالیں۔

"ایک بار ٹھیک ہو جائے تو تیرے لیے لال نگ والا چاندی کا کوکا لے کر آؤں گی۔"

☆☆☆

چار دن سے وہ ایک قسم کی کوارٹر میں قید تھی، نہ بخت شہر گیا نہ اسے حویلی کے اندر بلایا گیا۔ بی بی جان اپنی کہی بات پر پورا پورا عمل کرا رہی تھیں۔ رسک نہیں لے رہی تھیں کہ بخت بلند خان اور حور بانو چوہدری کا آمنا سامنا ہو۔ بالآخر پانچویں دن شام کو اسے حویلی سے بلاوا آ گیا۔

"چھوری، چائے بنا۔ تیرے ہاتھ کی چائے کی ایسی عادت بنی ہے کم بخت تین دن سے سر سے درد نہیں گیا۔" صفیہ خانم کے کہنے پر اس نے چائے بنا کر سب کو پلائی۔

ایک تو موسم بے حد سرد تھا اوپر سے دکھتی ناک۔ ذرا سا ہاتھ لگنے پر اسے چھینکیں شروع ہو جاتی تھیں نزلے کی آڑ میں اس نے شال سے چھیدی ہوئی ناک چھپائے رکھی یوں جھڑکیوں سے بچی رہی۔ کام سمیٹتے اسے دس بج گئے لیکن "اس" سے سامنا نہ ہوا نہ وہ کہیں دکھائی دیا۔ یہاں تک کہ وہ چھینکیں لیتی آنکھیں صاف کرتی کوارٹر کی چار دیواری میں پھر سے قید ہونے آ گئی جہاں یہ آمنا سامنا ہونے کا امکان صفر تھا۔ اسے اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ رنج کے ساتھ غصہ بھی تھا۔ وہ اپنا تجزیہ کرنے بیٹھ گئی تو گھبرا گئی۔ دل امید لگائے بیٹھا تھا وہ نظر نہیں آئے گی تو وہ خود نوٹس لے گا، اس کا ذکر کرے گا اور شاید بلاوا بھی بھیجے لیکن اسے تو وہ اب بھی یاد ہی نہیں تھی۔ اور یہی بات اسے رلا رہی تھی خود پر شدید تاؤ آ رہا تھا شعور جم کر کلاس لینے کے موڈ میں تھا۔

"بی بی، وہ تمہاری طرح لاوارث نہیں ہے، اس کے پاس ہزار رشتے ہیں۔ قصور تیرا ہے جو امید لگائے بیٹھی تھی۔ جس نے اتنے سال تذکرہ نہ کیا وہ اب غیر موجودگی کا نوٹس خاک لے گا۔"

"لینا تو چاہیے تھا آخر اس نے نکاح تو کیا ہی تھا۔"

"نکاح کیا تھا تیری طرح محبتیں نہیں گانٹھی تھیں۔" بے رحم شعور نے ایک اور طعنہ مارا تو دل بھی اکڑ گیا۔

"اور کس سے محبت کرتی شوہر ہے وہ میرا۔" رکھی اور اس کے سوا زندگی میں تھا ہی کیا؟ اس کے آنے پر یہ آس بھی ٹوٹ گئی اب سسکیاں بلند ہی ہو گئیں۔

رکھی نے بستر سے منہ نکال کر اسے دیکھا۔

"بخت خان تو نہیں آیا ہو گا؟"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"خود سے کاڑھا (جوشاندہ) بنا کر بھی نہیں پیا ہو گا؟"

وہ سوں سوں کر کے ناک اور آنکھیں صاف کرتی رہی، رکھی نے چچ چچ کی آواز نکالی اور بستر سے نکل آئی۔ "کاڑھے کے ساتھ انڈہ ابال کر لاتی ہوں تجھے ٹھنڈ لگ گئی ہے۔ چار دن سے نہ کچھ کھا رہی ہو نہ پی رہی ہو، میں اندھی نہیں ہوں سب دیکھ رہی ہوں۔ جب میری بات نہیں ماننی تو ایسے ہی سڑتی رہو گی۔ وہ منہ پھلائے بستر پر بیٹھ گئی تو رکھی سے یہ بھی برداشت نہ ہوئی۔"

"اچھا اچھا، رونے دھونے کی منہ لٹکانے کی ضرورت نہیں ذرا صبر کرو میں نے زہرا کو بھی بلایا ہے

www.pklibrary.com

جلد ہی کوئی حل نکل آئے گا۔ زہرا ڈاہڈی چالاک ہے کوئی ترکیب بتا ہی دے گی۔"

رکھی کو معلوم ہی نہیں تھا جس کے لیے وہ ترکیبیں سوچ رہی ہیں وہ ابھی کچھ ہی لمحوں میں اپنے آپ ہونے والا ہے وہ بھی ان کے کوارٹر کی دیوار کے ساتھ بنے چولہے کے سامنے۔

☆☆☆

حویلی کے پچھلے طرف کی زمین کو پچیس نمبر کہا جاتا تھا حور بانو کو معلوم نہیں تھا کیوں کہا جاتا تھا۔ اس بار کماد کی فصل کا بیلنا پچیس نمبر میں لگایا گیا تھا۔ گنے کو بیلنے میں سے گزار کر رس نکالا جاتا اور پھر رس سے گڑ اور دیسی کھانڈ بنائی جاتی۔ فضا میں ہر وقت گڑ کی سوندھی سوندھی خوشبو رچی بسی رہتی۔ رات دن بیلنا چلتا۔ لوگ گنے کے رس میں کھیر پکاتے اور پھر صبح سویرے دہی اوپر ڈال کر اس کھیر کا ہی ناشتا کرتے۔ غضب کے سخت سرد موسم میں بیلنا کام کے ساتھ ساتھ مردوں کو بھرپور تفریح بھی فراہم کرتا رہتا۔ لوگ بھٹی پر آگ تاپتے خوش گپیاں لگاتے جاتے اور مزارعے دیسی کھانڈ یعنی راشوکر بناتے رہتے، شفٹیں بدلتی رہتیں۔

رکھی نے نچوڑے ہوئے گنے کی باقیات سے آگ جلا کر پہلے انڈہ بوائل کیا پھر کاڑھا بنانے کے لیے دیگچی میں پانی ڈال کر دوبارہ چولہے پر چڑھا دی۔

"بانو، انڈہ کھا لو تب تک کاڑھا بن جائے گا۔" رکھی کی پکار پر وہ نمک اٹھائے چولہے کے سامنے آ بیٹھی۔ بیلنے پر چلتے ٹریکٹر سے بلند آواز میں سرائیکی کے بجائے اردو موسیقی نشر ہو رہی تھی۔ اردو گانے صرف امتیاز سنتا تھا۔ امتیاز کا نام آتے ہی حور بانو کا دل زور سے دھڑکا۔ تو کیا بخت بلند خان بھی بیلنے پر ہیں کیونکہ جہاں وہ ہوں وہیں امتیاز ہوتا تھا۔ دفعتاً لوہے کا چھوٹا گیٹ کھلا امتیاز اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی سر پر بڑے بڑے تھال رکھے گودام کے طور پر استعمال ہوتے کمرے کی طرف بڑھ گئے، پیچھے وہ تھا گرم بھاری شال ایک کندھے اور بازو سے گزار کر دوسرے پر ڈالے ہوئے۔

"رکھی، ابھی تک جاگ رہی ہو شہری ہو گئی ہو۔" آواز میں ہلکا سا تبسم تھا

"خان سائیں، آپ کی زال (بیوی) بھی تو جاگ رہی ہے میں اکیلی تھوڑی جاگ رہی ہوں۔"

اس نے چونک کر پھر سے چولہے کی طرف دیکھا تو حور بانو نے گرم شال ماتھے سے مزید نیچے کھینچ لی یوں کہ چہرہ تقریباً چھپ گیا۔ یہ غیر اختیاری حرکت اس نے تعجب سے دیکھی تھی۔ امتیاز چھوٹے گیٹ کو باہر سے کنڈی لگا رہا تھا۔ لوہے کی رگڑ انہیں اندر سنائی دے رہی تھی۔ جب سے بیلنا لگا تھا وقتاً فوقتاً گودام استعمال کرنے کے لیے ملازم گیٹ باہر سے ہی بند کرتے، کھولتے تھے۔

"خان سائیں، آپ کاڑھا پئیں گے؟" رکھی کی خوشی دیدنی تھی۔

"آپ پلائیں گی تو پی لیں گے۔" رکھی نے ایک اور چوکی اس کے برابر رکھ دی وہ بلا جھجک بیٹھ گیا۔ رکھی نے پیالہ بھر پانی اور ڈبے سے اسی کے حساب سے کھلا جوشاندہ دیگچی میں مزید ڈال دیا۔

"حور بانو، میں سونے لگی ہوں خان سائیں کو بھی کاڑھا پلا کر بھیجنا۔"

وہ دونوں برابر لیکن خاموش بیٹھے تھے یکا یک فضا میں موسیقی کی بلند آواز گونجنے لگی جس کا مطلب تھا امتیاز واپس بیلنے پر پہنچ چکا ہے۔ حور بانو نے آگ تیز کرنے کے لیے خشک گنے کا پھوک چولہے میں ڈالا تو چولہے سے تڑ تڑ کر کے آگ کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔ ساتھ ہی اسے چھینک آ گئی تو انگلیاں آگ میں جا پڑیں تکلیف سے سسکی نکل گئی۔

بخت بلند بے اختیار اپنا ٹھنڈا ہاتھ بڑھا کر اس کی جلن زدہ انگلیوں کو راحت پہنچا ڈالی اس کے لمس کی تاثیر میں جانے کیسی مرہم تھی حور بانو نے ہاتھ کھینچ کر آنکھوں کو چھوٹ دے دی۔ ہاتھ پکڑنے والے کو معلوم ہی نہیں تھا چھڑانے والی کو اس سے کتنے گلے

www.pklibrary.com

ہیں۔ سمندر پار والے برس شمار ہی نہ کر رہی تھی اسے سب سے زیادہ دکھ ان چند دنوں کا تھا۔ اس سادہ کو کون بتاتا کہ گلے ہاتھ چھڑا کر نہیں ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیے جائیں تو زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔

فضا میں چنگاریوں کے جگنوؤں کے ساتھ گلوکار جیسے اس کے دل کی باتیں کر رہا تھا۔

مانا کہ تیری موجودگی سے
یہ زندگی محروم ہے
جینے کا کوئی دوجا طریقہ
نہ میرے دل کو معلوم ہے
تجھ کو میں کتنی شدت سے چاہوں
چاہے تو رہنا بے خبر

اس کے ہاتھ چھڑانے پر وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اپنی جگہ بیٹھی رہی۔

محتاج منزل کا تو نہیں ہے
یہ اک طرفہ میرا سفر
سفر خوبصورت ہے منزل سے بھی
میری ہر کمی کو ہے تو لازمی
زمیں پہ نہ سہی تو آسماں پہ آمل
تیرے بنا گزارہ اے دل ہے مشکل۔

وہ بلند آواز سے سسکتی رہی نہ دور سے اٹھتے گیت کا کوئی بول اسے روک سکا نہ پاس موجود لبوں پہ سسکی۔ جی بھر کر رونے کے بعد اس نے جلی ہوئی دیگچی جلے ہوئے ہاتھ سے نیچے پٹخی اور اندر کی طرف بڑھ گئی جہاں سے رکھی کے خراٹے گونج رہے تھے۔ دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے خالی صحن کو نظر بھر کے دیکھا تو دل پھر سے بھر آیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے صحن بھی برسوں سے خالی ہو۔ اسے سر جھکا کر رکھنے کی عادت اتنی شدت سے سکھائی گئی تھی کہ وہ سر اٹھانا ہی بھول گئی۔ سر اٹھا کر دیکھتی تو جان لیتی صحن خالی تھا چھت آباد تھی۔ اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی تو رکھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ہوگئی خان سے بات؟''

اس نے آنکھیں رگڑ کر نفی میں سر ہلا دیا، رکھی ہکا بکا ہوگئی۔

''کیا بی بی آ گئی تھی؟''

''نہیں، وہ کچھ بولے ہی نہیں۔''

''تم نے تو سارا کچھ بتا دیا نا؟''

اس نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

''وہ نہیں بولے تو میں کیسے بولتی؟''

''دھاڑ وو دھاڑ وو کملی، شدائن، عقل کی دشمن۔'' رکھی نے بے دریغ اسے سنا ڈالیں بس تھپڑ مارنے کی گنجائش چھوڑ دی۔

''تو ادھر چپ بیٹھی رہنا۔ بی بی نے اس کے لیے رشتہ ڈھونڈنا شروع کر دیا ہے، کل ملک آصف کی پوتی کا جاگا لے کر جا رہی ہیں۔ وہیں کوئی سوہنی چھوری ڈھونڈنی ہے۔ تو شرم سے اپنی موت آپ مر جانا۔''

''کر لے شادی۔ میری بلا سے ابھی اسی وقت کر لے۔'' اس نے رضائی زور سے کھینچ کر منہ پر لینی چاہی اور اپنی زخمی ناک پر مار لی۔

☆☆☆

وہ گزشتہ دنوں کی طرح کسل مندی سے بستر میں ہی لیٹی ہوئی تھی جب بیرو اسے بلانے آ گئی۔

''بی بی جان نے مجھے اندر آنے سے منع کر رکھا ہے۔''

''وہ تو خان بخت بلند کے سامنے آنے سے منع کیا ہے وہ شہر چلے گئے ہیں۔ وہاں سے دبئی جانا ہے۔ بہت عیش کر لیا بی بی، اب اٹھو اور کام پہ لگو، تمہارے حصے کے کام کر کر کے میری کمر میں بل پڑ گیا ہے۔ پیر ختم ہی نہیں ہوتی۔''

بی بی جان نے اس کی چھیدی ہوئی ناک دیکھی تو غضب ناک ہی ہو گئیں۔

''سب سمجھ رہی ہوں تو جن خوابوں میں اڑ رہی ہے، تیرے پر نہ کاٹ دیے تو بی بی نام نہیں۔ دلنواز کی قبر میں اتار دوں گی تجھے، سمجھی؟''

''یہ پٹیاں تو بھی اسے پڑھا رہی ہے ناں؟ رکھی، میرا دل نہ دکھا۔'' بی بی جان نے رکھی کے آ

www.pklibrary.com

گے ہاتھ باندھے تو رکھی نے نیچے بیٹھ کر گھٹنے پکڑ لیے۔ بی بی جان کو روتے دیکھ کر ساری خانزادیاں رونے لگیں۔ یہاں تک کہ ان کے دکھ پر خود حور بانو رو پڑی۔

"رکھی، یہ میرے دلنواز کا بدل نہیں ہے میرا دلنواز کا بدل تو اس کا بھرا (بھائی) ہے...... دلنواز جیسی اس کی بھی پکی قبر ہوتی میں دلنواز کی قبر پر پھول چڑھانے جاتی تو اس پر بھی چڑھا کر آتی۔"

"بی بی، میڈا سینہ پھٹ ویسی۔" رکھی ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر روتی گئی۔

"رکھی، تو میڈی ہم راز، میڈی غمگسار، میڈی بچپن سے بڈھڑے ویلے کی ساتھی ہے، سہیلیاں وفاداریاں تبدیل نہیں کرتیں تو نے کر لی۔" بی بی جان نے اس کے گھٹنے پکڑنے والے ہاتھ اٹھا کر چوم ڈالے۔ "میں تیڈی بے وفائی دے صدقے، تیڈی مرضی رکھی، تو بھی ظلم کر لے بلند اقبال، فرزند اقبال سارے خانزادوں کی طرح میں نے تجھے بھی اپنی وڈیری مان لیا، میں نے تجھے بھی سارے حق دیے تو اب جیسے چاہے دل توڑ۔"

بی بی جان کی جذبات سے چور باتوں نے رکھی پر لرزا طاری کر دیا وہ نیچے سے اٹھ کر بی بی کے برابر تخت پر بیٹھ کر بی بی کو ساتھ لگا کر انہی کی طرح بین کرنے لگی۔

"ہائے دلنواز، سر کے سائیں کے بعد تجھ سے دل لگایا تھا یہ دل لگی بھی مجھے راس نہ آئی ظالموں نے میرا دل ہی مار دیا۔"

جاگیر کا بچہ بچہ جانتا تھا بی بی جان کا دل، خان دلنواز ہے۔ چھوٹا دلنواز غبارہ پکڑے بھاگتا پھر رہا تھا ان سب کو باجماعت روتے دیکھا تو غصے سے سب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بچے اپنے رشتوں کو روتا دیکھ کر بہت درد محسوس کرتے ہیں، اپنے درد کا اظہار کچھ ساتھ رو کر لیتے ہیں کچھ غصے ہو کر تاکہ ان کے سامنے ان کے پیارے رونا چھوڑیں اور نارمل ہو جائیں۔ حویلی کے لڑکوں میں غصے کو اولیت دی جاتی تھی۔ سو وہ بھی اپنا دکھ بتانے کو غصے سے بولا۔

"مجھے تو بابا یاد نہیں آتا تم سب کو کیوں آتا ہے؟"

"بی بی جان...... رکھی...... عنایت بی بی۔" صباحت سب کی ایک بار پھر دھاڑیں نکل گئیں۔

تو نے دیکھا ہوتا اپنا بابا تو تجھے یاد آتا، وہ تجھے نہ دیکھ سکا تو اسے نہ دیکھ سکا۔

یہی پوائنٹ تھا جس پر حور بانو کو بی بی جان سمیت، صباحت، عنایت اور فرزند اقبال خان سے ہمدردی ہو جاتی تھی۔ اس کی حساس طبیعت اور کتابوں رسالوں سے لیا گیان اسے ان سب کا درد آشنا بنا گیا تھا۔ اسے اپنے بھائی کے کیے کا رنج تھا، اتنا رنج کہ وہ ازالہ کرنے کے لیے جان مار دیتی تھی پر بخت بلند سے اس کا رشتہ ایسا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اسے چاہ بیٹھی تھی۔ اس چاہت میں سجاول کی بد طینت فطرت کا ہاتھ سب سے زیادہ تھا وہ اسے مستقبل میں بھی بخت بلند کی "کاغذی" بیوی دیکھ رہا تھا جب ہی حوصلے بڑھاتا جا رہا تھا۔ وہ بھلے کم عمر تھی لیکن جانتی تھی وہ صباحت اور کسی حد تک بی بی جان کی شہ پر یہ کھیل کھیل رہا ہے بس اسی مقام پر آ کر اسے بی بی جان سے شکوہ پیدا ہو جاتا تھا۔ بالآخر آج اس نے بولنے کی ہمت کر لی، وہ ان سب کے دکھ پر آنسو بہاتی بی بی جان کے قدموں میں جا بیٹھی۔

"بی بی جان، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کبھی......" سوچ میں پڑ گئی اس دل کے مکیں جان کے دشمن کا نام کیسے لے پھر جیسے فیصلے پر پہنچ گئی۔

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں خان سائیں کو کبھی متوجہ نہیں کروں گی کبھی احساس نہیں دلاؤں گی کہ میرا ان سے کیا تعلق ہے۔ آپ بھلے ان کی دو شادیاں کر دیں میں ان کی بیویوں اور حویلی سے ہمیشہ وفادار رہوں گی۔ صرف ایک ہی مطالبہ ہے مجھ سے کوئی "اور" بدتہذیبی نہ کرے۔"

"اب تمہاری اتنی اوقات ہو گئی کہ ہم سے مطالبے منواؤ گی؟"

"نہیں بی بی، یہ درخواست ہے۔" اس نے بی بی جان کے گھٹنے چھوئے۔

"چلو دیکھتی ہوں کب تک اپنے وعدے پہ قائم رہتی ہو، تمہارا خاندان زبان پہ قائم رہنے والا نہیں ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئیں وہ دونوں بھی کھڑی ہوگئیں۔

"جس نے مہندی لگانی ہے، نہانا ہے، بلیچ کرنی ہے کرلے۔ شام میں مغرب آصف ملک کے ہاں پڑھوں گی، بتارہی ہوں۔ تب تک جو تیار نہ ہوئی اس کو چھوڑ کر ہم "جاگا" لے کر نکل جائیں گے، موسم کے تیور بھی اچھے نہیں کیا اعتبار کب برس پڑے۔"

"جاگا ان کی گیت سنگیت کی رسم تھی جس میں ایک فیملی کی خواتین دوسری فیملی کے گھر شادی بیاہ کے موقع پر مٹھائی، پھل، پھول اور ڈھولکی لے کر جاتیں وہاں خوب ہلا گلا کرتیں، گیت گاتیں۔ شادی والا گھر دور ہوتا تو وہیں قیام کرلیتیں ورنہ گھر لوٹ آتیں۔ شادی والے گھر کو پہلے ہی سے پیام بجھوا دیا جاتا آج جاگا ہماری طرف سے ہے، یوں وہ لوگ بھی جاگے کے قیام وطعام کو بندوبست کرکے انتظار کیا کرتے۔

ملک آصف کے گھر کی پہلی شادی تھی ان کی خواتین ہمیشہ سے حویلی کی خوشیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالتی آئی تھیں، یہ اور بات تھی اب تو سالوں سے حویلی میں شادی نہ ہوئی تھی۔ حور بانو نے عید پر ملا سرخ اور اسکن امتزاج کا سوٹ پہنا، بال ابھی گیلے تھے تو سر پر جما کر دوپٹا لے لیا۔ وہ دلنواز کے چھوٹے بیٹے کو اٹھائے اور دوسرے دونوں بچوں کو دائیں بائیں کھڑا کیے گاڑی میں بیٹھنے کی منتظر تھی۔ دفعتاً بی جان کی نظر اس پر پڑگئی، سب خواتین نے اتنا ہی ڈھیروں ڈھیر میک اپ تھوپ رکھا تھا جتنی دیہی علاقوں کی سرائیکی خواتین سے توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ ان کا رواج تھا ان کا کلچر تھا جو حور بانو کو اب عام پنجابیوں کی طرح برا نہیں لگتا تھا۔ برا لگنے کی بات ہی نہیں تھی جس کو جیسا میک اپ اور رنگ اچھے

www.pklibrary.com
لگیں پہن لے [illegible] ہوتی۔ خود وہ مدھم سی لپ اسٹک لگائے ان کے درمیان کھڑی تھی کہ بی بی جان کو پسند نہیں تھا وہ بھی میک اپ کرے۔ سب سے سستے کپڑوں جوتوں میں بھی وہ ان سب سے نمایاں تھی۔

"تم نہیں جارہی ہو، اتنی سوہنی سوکن پر کل کو رشتہ کون دے گا؟" غصے میں سہی وہ اس کے خیرہ کن حسن کا اعتراف کرگئیں۔ "سیماں کا کاکا بیمار ہے تم بھی اس کے ساتھ ہی گھر میں رکو۔ رکھی، تو چند دن زہرا کی طرف چلی جا، میرا دل تیری حرکت پہ دکھا ہوا ہے ذرا سنبھل جائے تو امتیاز کو بھیج کر تجھے بلوالوں گی۔"

"ٹھیک ہے بی بی، ابھی چلوں؟"

"ہاں، دو جوڑے اٹھالاؤ جاتے جاتے تجھے زہرا کی طرف اتار دیں گے، کون سا مہینوں کا سفر ہے سوئے کے پار ہی تو ہے، راستے میں پڑتا ہے۔"

پھر ان کا قافلہ روانہ ہوگیا۔ حور بانو نے سوچا تھا دل پر جو اداسی طاری ہے ہجوم میں جا کر کچھ تو اترے گی ورنہ آج ہونے والے وعدے وعید اسے ساری رات سونے نہ دیتے۔ لیکن بی بی جان نے یہ بھی نہ ہونے دیا۔

ان کو روانہ کرنے کے بعد وہ اداسی میں لپٹی، بخت بلند خان سے دستبرداری کا غم سوچتی کچن میں آگئی۔ چائے کا کپ بنا کر ابھی دو گھونٹ لیے تھے کہ بادل گرجنے لگے۔ صبح سے بادل کئی بار گرج چکے تھے لیکن برس نہیں رہے تھے۔

"کہیں بارش ہو ہی نہ جائے، پہلے ہی سردی اور نمی جان نہیں چھوڑ رہی اوپر سے بارش کے بعد گلی جو گند مچائے گی وہ الگ مصیبت ہوگی۔ بانو، ساری چیزیں سمیٹ دو، چولہے، تندور ڈھک دو۔ میرا کاکا بجلی سے ڈرتا ہے میں کوارٹر جارہی رہوں۔ جلدی کر لو اب ٹلنے والی نہیں لگ رہی، بارش ہوکر رہے گی۔"

اس نے کپ وہیں رکھا اور صحن میں بارش سے خراب ہونے والی چیزوں کو دیکھنے لگی۔

www.pklibrary.com

"پہلے کپڑے بدلوں یا چیزیں سمیٹوں؟"
بادلوں کی گرج چمک نے فیصلہ کروا دیا، کپڑے بعد میں بدلے جائیں پہلے کام ضروری ہے

☆☆☆

خالد کی بیوی سے بات کر کے اس نے کال بند کی تو ساتھ ہی بینک کا میسج جگمگانے لگا۔ بینک میں بچنے والی رقم اس کی توقع سے کافی کم رہ گئی تھی۔ عادتاً اس نے موبائل لبوں پر رکھ کر کچھ دیر سوچا۔

جو بونڈز رکھے ہیں بابا جان کو دے کر ان سے کیش لیا جا سکتا ہے۔ عرصہ ہوا اس نے حویلی والوں کو نہ کچھ دیا تھا نہ لیا تھا۔ خالد کے معاملے میں حویلی والے حد سے زیادہ رقم خرچنے پر پہلے ہی اس پر برہم تھے چنانچہ بونڈز کے بدلے میں کیش لینا بہترین فیصلہ تھا۔ پھر فیصلے پر پہنچ کر گاڑی میں فیول کی سوئی دیکھی، مطمئن ہو کر گاڑی کا رخ جاگیر کی طرف موڑ لیا۔

جاگیر کی حدود میں داخل ہوا تو بادل برسنے کو بے تاب زور و شور سے گرج چمک رہے تھے۔ فوری واپس ہونا ضروری تھا اس لیے اس نے گاڑی باہر ہی مردانے کے گیراج میں پارک کی اور باہر نکل آیا۔ اللہ ڈوایہ نے حقہ گڑگڑانا چھوڑ کر اسے سلام کیا۔

"باباسائیں کہاں ہیں؟"

"وڈے خان کا تو پتا کے نئیں چھوٹے خان، بی بی جان اور باقی عورتوں کے ساتھ ملک آصف کی طرف گئے ہیں۔"

چند موٹی تازی بوندیں اس پر گریں تو اس نے قدم اندر کی طرف بڑھا دیے، بلند اقبال خان موجود نہیں تھے تو مردانہ بھی خالی تھا۔ اس نے اندرونی دروازہ کھولا اور حویلی میں داخل ہو گیا، بارش کی موٹی بوندیں تڑاخ تڑاخ گر رہی تھیں۔ وہ نذر بلند کے سیاہ ہرن اور اس کے بچے کو ان کے بڑے ڈربے میں گھسانے کی کوشش کر رہی تھی ماں اندر چلی گئی لیکن دو ہفتوں کا بچہ انتہائی شریر تھا اس نے کدکڑا لگا کر رخ بدلا اور مردان خانے سے نکلتے بخت بلند کی طرف کر لیا حور بانو اس کے پیچھے تھی اور پھر وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی، وہ ٹھہر گیا۔

وہ امریکا پلٹ تو نہ لگ رہا تھا سرمئی شلوار قمیص پر بھاری مردانہ گرم شال لیے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی پچیس نمبر یا پھر ڈیرے سے آیا ہو۔ پھر اس کی سیاہ آنکھوں میں حیرت اور ستائش ایک ساتھ ابھری تھی۔

یہ مجھے شکل سے تھوڑی جانتا ہے مجھے بی بی جان سے وعدے کا پاس رکھنا چاہیے۔ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اس نے اندر دوڑ جانے کا سوچا۔

اگلے ہی لمحے خیال ٹھکرا دیا کہ وہ اس سے مشکوک ہو جائے گا۔ اسی پل زوردار شراٹے کے ساتھ بارش تیز ہوئی تھی بچہ کدکڑے لگا کر خود ماں کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بخت بلند کو نظر انداز کر کے بھاگ کر ڈربے کا دروازہ بند کیا کہیں ماں بیٹا پھر سے باہر نہ نکل آئیں جونہی وہ دروازہ بند کر کے مڑی اس نے ڈربے کی پختہ دیوار کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ دیے یوں کے وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں نہ ہو کر بھی اسی کے حصار میں تھی۔

"مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہو؟"

"اسے توقع نہیں تھی وہ یوں کرے گا۔ متوحش ہو کر چہرہ اوپر اٹھا کر آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا تو شریر بوند سبز آنکھ کی جھیل میں گر گئی بلا ارادہ پلکیں جھپک گئیں۔

بخت بلند کے لبوں نے بے اختیار سبحان اللہ کا ورد کیا اور دایاں ہاتھ دیوار سے اٹھا کر گرم شال کا پہلو میں لٹکتا پلو اٹھا کر اس کے اوپر تان دیا۔ سیکنڈوں میں وہ تیز بارش کی بوچھاڑ میں بھیگ گیا تھا۔

"حور بانو......" اس نے سرگوشی سے وقف کر کے اس کا نام مکمل کیا۔

"ج...... جی......"

"تمہارے نام کے ساتھ بانو اضافی ہے۔ ریشمی سرخ لباس میں اس کے سفید چہرے کو سرخ پڑتے وہ دلجمعی سے دیکھ رہا تھا۔

www.pklibrary.com

وہ اب روہانسی ہو چکی تھی۔

''خان سائیں، آپ بھیگ گئے ہیں۔''

''تمہیں تو بچالیا ہے۔''

حور بانو کو اس کے بھیگے چہرے پہ مسکراہٹ بڑی خوب صورت لگی سارے وعدے توڑنے کو دل کیا۔ شال کی اوٹ میں اسے چھپائے خود بھیگتا وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔ وہ کمرہ جہاں آباد ہونے کے اس نے ہزاروں خواب سوتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رکھے تھے۔ بخت بلند نے لاپروائی سے شال بیڈ پر اچھال کر اس کے جلے ہوئے ہاتھ کو تھام کر دیوار ساتھ جڑے شاہانہ صوفے پر بٹھا دیا اس کی چھالے بنی ہوئی انگلیاں اب بھی اس کی گرفت میں تھیں۔ گرفت میں درد تو اس کے لمس میں خون گرما دینے والی لذت تھی۔ فطری رشتے کی کشش، اپنے سال خوردہ جذبے اور بخت کی بے خودی نے حور بانو کو بی بی جان والا وعدہ پس پشت ڈالنے پر مجبور کرنے لگی۔ وہ اس کی نیلی دوا لگی پوروں کے چھالے نرمی سے چھو رہا تھا

''ہاتھ زخمی...... ناک زخمی......''

''اور دل بھی زخمی۔'' وہ اس کی بات کے بیچ میں بے ساختہ بول اٹھی تو وہ مسکرایا۔

سرخ سوٹ، سرخ لپ اسٹک، سفید چہرہ اور ناک میں کالا گول چوڑی نما دھاگا جیسے کسی نے مزار پر منت مانگ رکھی ہو۔ بخت پانے کے لیے منتیں مانگنا بیا تو نہیں، بدبختی بھلا کس کو اچھی لگتی ہے؟

''خان سائیں، کپڑے بدل لیں آپ کو بھی ٹھنڈ لگ جائے گی۔''

''بھی'' سے مطلب؟''

''مجھے کل زکام ہو گیا تھا۔''

''کچھ کھایا پیا کرو، جن کا امیون سسٹم ویک میرا مطلب ہے جن کے جسم میں طاقت کم ہوتی ہے ان کو ایسے مسائل ہوتے ہیں۔ کل رونے پہ زور دینے کے بجائے تمہیں جوشاندہ پینا چاہیے تھا۔''

''آپ کو پتا تھا میں رو رہی ہوں تو چپ کیوں نہیں کروایا تھا؟'' وہ ملال و ناراضی سے آنکھیں سکوڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے ہلتے لب سکڑی آنکھیں ہی نظر آئیں وہ کیا کہہ رہی تھی یہ نہیں سنا......

''یہ میر، غالب تو سچے نکلے میں خواہ مخواہ کتابی سمجھتا رہا۔'' عرصہ پہلے نصاب میں پڑھا میر اسے بے وقت یاد آیا تو وہ بڑبڑایا۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

وہ جھک کر جوتے اور جرابے اتارنے لگا پھر جوتے سے نکلے اپنے پیروں کے پنجے دبا کر پاؤں کو راحت دینی چاہی تو وہ دل سے مجبور ہو کر اس کے پیروں میں جا بیٹھی۔

''پتا نہیں کون لوگ چاہتے ہیں محبوب ان کے قدموں میں آئے، محبوب کے قدموں میں خود جانے کا نشہ ہی نرالہ ہے۔

اس نے سلیماں پھوپھو کو، پھوپھا جان کے پیروں کے تلوے دباتے دیکھ رکھا تھا۔ وہ کہتی تھیں اس سے جتنی بھی تھکن ہو اتر جاتی ہے کوئی سال بھر پہلے اس نے مضمون پڑھ لیا کہ سارے جسم کا نظام پاؤں کے تلوؤں میں بھی مقید ہے مخصوص پوائنٹس پر اگر انگلیاں رکھ کر دباؤ ڈالا جائے تو سچ مچ جسم کی تھکان اتر جاتی ہے۔ اس نے تراشے پر بنی تصویر کے مطابق پریشر پوائنٹس والا تجربہ رکھی پر کیا تو نتیجہ مثبت نکلا تھا۔ وہ وہی کچھ بخت بلند کے تلوؤں سے کرنا چاہتی تھی۔

حور بانو نے دونوں ہاتھ اس کے دائیں پیر پر رکھ کر پیر اٹھانا چاہا تا کہ انگلیاں نیچے تلوؤں میں پہنچ جائیں تو کھلے بالوں کا ڈھیر بھی پہلو میں کارپٹ اور اس کے قدموں پر گرا۔

''جان لینی ہے تو شوق سے لو۔ آج سے دل اور جان دونوں تمہارے اور پھر اس نے اسے نیچے

www.pklibrary.com

اٹھالیا۔"

"تمہاری جگہ یہاں ہے ہمیشہ یہیں رکھوں گا۔"

اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے دل پہ رکھا۔ بالوں کے ڈھیر کو ہاتھ کی پشت سے کمر کی طرف پھینک دیا چند ڈھیٹ گیلے بال اب بھی شفاف گردن سے لپٹے تھے وہ ہٹا کر شفاف صراحی پر محبت و گرم جوشی سے بھرا بوسہ دے ڈالا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی یوں لگا بی بی جان دروازے میں کھڑی کہہ رہی ہیں۔

"تمہارا خاندان زبان سے پھر جاتا ہے تو بھی مکر گئی۔"

"آپ کپڑے بدل لیں میں چائے لاتی ہوں آپ کہیں تو پہلے پپ...... پانی لے آتی ہوں۔" اس کے لہجے، انداز اور بدن کی زبان شدید گریز کا اظہار کر رہی تھی مگر سبز نشیلی آنکھیں بے بسی، مجبوری، محبت وخود سپردگی کی شعاعیں برسا رہی تھیں۔ وہ الجھ گیا، بیڈ روم کی فضا میں جو محبت و گرم جوشی جنم لے رہی تھی یک دم کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

"یہ شرم نہیں گریز ہے، کیوں ہے؟"

وہ اس کے پہلو سے نکل کر کھڑا ہوا کف لنکس کھول رہا تھا۔ وہ بھی اس کے برابر کھڑی گئی اس نے کف لنکس کھولے تو وہ بے اختیار نیلی دوا لگا ہاتھ پھیلا گئی تب وہ خوب صورت سیاہ نگینے جڑے دھاتی کف لنکس اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے گئے۔

"یہ نشان دیکھ رہی ہو......" اس نے خون سے بھرپور گلابی چوری ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔ تمہارے کلپ سے لگے زخم کا نشان ہے۔ سارے گزرے سالوں میں تمہاری فقط یہ نشانی میرے پاس تھی۔ تم نے محبت کی کتابیں پڑھی ہوتیں فلمیں دیکھی ہوتیں تو پتا چلتا ان میں اکثر کہتے ہیں۔

"میں نے ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ تجھے یاد کیا۔"

حور بانو میں کہتا ہوں یہ زخم لگا کر تم نے اپنا آپ مجھ سے یاد رکھوایا۔ میرے ساتھ بارہا ایسا ہوا بھری محفل میں کچھ کھاتے اس نشان پہ نظر پڑی تو تمہارا خیال آ گیا۔ وہ خیال مجھے محفل میں تنہا کر جاتا تھا اس خیال میں محبت نہیں تکلیف تھی کہ میں تمہاری تکلیف کا سبب ہوں۔ میں بزدل سا شخص ہوں جتنی تکلیفیں لوگوں کو دینی تھیں دے چکا، اب کسی اور کو تکلیف نہیں دینا چاہتا، ضمیر کے سامنے کھڑا نہیں ہوا جاتا، راتوں کی نیند روٹھ جاتی ہے۔ اتنا بزدل ہوں کہ......"

اچانک حویلی کے صحن میں آسمانی بجلی گری تھی وہ جو بغور اسے سن رہی تھی۔ شدید دھماکے سے چیخ اٹھی۔ بخت بلند نے ہاتھ بڑھا کر اسے ساتھ بھینچ لیا۔ کھڑکیوں کے شیشے ابھی تک لرز رہے تھے وہ اس کے سینے سے لگی لرز رہی تھی۔

"اب یہ نہ کہنا تم مجھ سے بڑھ کر بزدل ہو۔" حور بانو نے اس کی ٹھیٹھ سرائیکی میں مسکراتا لہجہ بنا دیکھے بھی محسوس کیا۔ اس سے دور رہنا زندگی سے دور رہنا ہے۔ اس سوچ نے اسے زار زار رلا دیا۔

"رونے کی کیا بات ہے کملی، بجلی اوپر چڑھ گئی ہے مجھے دیکھنے دو کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا۔" وہ حصار توڑنے منتظر رہا اس نے چھوڑا ہی نہیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر مٹھیاں بھینچ لیں رونے میں بھی شدت آ گئی۔

"حور بانو، صبح میری خالد لوگوں کے ساتھ دبئی کی فلائٹ ہے مجھے جلد ملتان پہنچنا ہے۔ اب بس کرو شاباش، آؤ باہر چیک کریں کس چیز پر گری ہے۔" وہ برابر چلتے صحن میں آئے تو سیماں، اللہ ڈوایہ، اللہ یار بھی صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ ہرن کے ڈربے کی دیوار کے پاس کئی فٹ گہرا گڑھا تھا، ڈربے کا ایک کونا مسمار تو نیم کے درخت کا بہت بڑا اور صحت مند تنا ٹوٹ چکا تھا۔ سیاہ ہرن کا سیاہ بچہ جان کنی میں تڑپ رہا تھا۔ آسمانی بجلی جاگیر میں اکثر گر کر جانی نقصان کر جاتی تھی۔

"تم لوگ ٹھیک ہو؟"

"جیا خان سائیں، پر بہوں وڈا نقصان کر گئی

www.pklibrary.com

ہے۔ یہ بچہ نہیں بچے گا۔"
"ہمنہہ" بخت بلند نے تاسف سے ہنکارا بھرا۔
"اللہ یار، اس کی تکلیف ختم کرو تکبیر (ذبح) کر دو۔"
سیماں نے بھاگ کر چھری اللہ یار کے ہاتھ میں دی، بخت بلند نے ماں ہرن کو ٹٹول کر چیک کیا کہ وہ ٹھیک ہے تسلی کے بعد اللہ ڈوایہ کو حکم جاری کیا۔
"ماں کو وہاں سے لے جاؤ تا کہ اللہ یار بچہ ذبح کر کے اسے تکلیف سے نجات دلا دے۔"
بارش کی اب کوئی کوئی بوند گر رہی تھی۔ حور بانو اندر جا رہی تھی تا کہ معصوم بچے کو نہ دیکھ سکے۔ اسے بخت بلند کی دھاڑ نے پیچھے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔
"ہاتھوں میں جان نہیں ہے، عورتوں کی طرح کانپ رہے ہو، دفع ہو جاؤ۔"
پھر اس نے اسے زمین پر بیٹھ کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے سنا اور آنکھیں بھیچ ڈالیں۔
"کسی کے آخری لمحات آسان کرنا بھی نیکی ہے۔ گھنٹہ بھر تڑپ کر بھی اس کا یہی انجام ہونا تھا۔"
وہ اس کے پاس سے گزرتا اپنا فلسفہ سنا رہا تھا۔
وہ فقط "جی" ہی کہہ سکی۔
"اسٹرونگ سی چائے بنا کر لے آؤ، مجھے دس پندرہ منٹ میں نکلنا ہے۔ بہت دیر ہو گئی ہے، موسم کی وجہ سے ڈرائیو بھی احتیاط سے کرنا پڑے گی۔"
سیماں اس کے کھلے گریبان، کھلے کف اور پہلو میں چلتی حور بانو کو دیکھ کر اتھاہ صدمے میں تھی۔ اسے اپنا کاکا بھول گیا وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے حور بانو کو اس کے کمرے میں چائے لے جاتے بھی دیکھا اب کچھ دیکھنے کی گنجائش کہاں بچی تھی۔ بی بی جان کسی کو نہیں چھوڑے گی۔ مرے مرے قدم اٹھاتی وہ کوارٹر کی طرف چل دی۔
حور بانو اس کی حسب منشاء چائے لے کر آئی تو دروازہ ادھ کھلا تھا۔ وہ بیڈ کے کونے پر پیر رکھے جوتوں کے لیسز باندھ رہا تھا۔
خالد وہ آدمی ہے جس کا میری گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ میں نے اس کی اور اس کی بیوی بچے کی جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میں نے تمہیں بتایا نا میں بزدل سا شخص ہوں ہر قسم کی برائی شان سے کی ہے پر انسانی جان میں نہیں لے سکتا یہاں تو تین لوگ تھے جن کی جان جا رہی تھی۔" اس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔
وہ سر پر سرخ آنچل لیے کھڑی رہی وہ چائے کے سپ لیتا بولتا رہا اور جانے کون کون سے کاغذ نکال کر بیڈ پر پھینکتا رہا۔
"خالد بھائی کی فیملی اور میری دعاؤں سے وہ تینوں بچ گئے لیکن خالد کوما میں چلا گیا۔ میرے لیے یہ سارا وقت بہت تکلیف دہ تھا۔ ان کی بیوی بچے اور والدین کا بلکنا مجھ سے نہیں دیکھا جاتا تھا سو یو ایس بھاگ گیا۔ وہاں بھی روزانہ ڈاکٹرز سے بات ہوتی تھی پر دل کو چین نہیں تھا پاکستان کی طرف پلٹنے کا خیال ہی میرے اعصاب توڑ دیتا تھا۔ اللہ سائیں نے مجھ گناہ گار پر ایک اور کرم کر دیا۔ یہ کوما ختم ہونے کا بھی معجزہ ہو گیا۔ اب ان کے گردن کے مہروں میں مسئلہ ہے۔ دبئی میں انڈین ہسپتال ہے وہاں میرے انڈین کولیگ کے بھائی سینئر ڈاکٹر ہیں اب انہیں وہاں لے کر جا رہوں۔ دعا کرنا وہ ٹھیک ہو جائیں۔ پندرہ بیس دن کا پروسیس ہے تب تک تمہارے ڈاکومنٹس بھی بن جائیں گے۔" اس نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھایا اور نکاح نامہ الٹ پلٹ کر دیکھا۔
حور بانو نے اس کے ہاتھ میں پکڑے اپنے نکاح نامے کو پہچان لیا۔ دو مختلف دنیا کے باسیوں کے ایک ہونے کا ثبوت یہی کاغذ تھے۔
"کون سے ڈاکومنٹ؟"
"میرے پاس رہنے کے۔" اس نے احتیاط سے وہ بھی فائل میں رکھا، جیب تھپتھپا کر چابی کی تصدیق کی۔ اوکے رب راکھا۔
"آپ کے پاس رہنے کے...... میں سمجھی نہیں؟"
"تم میرے پاس نہیں رہنا چاہتی ہو؟" وہ

www.pklibrary.com

اب استفسار کر رہا تھا۔

"نہیں، ہاں۔" کچھ سمجھ میں نہ آیا تو چائے کی بات ہی کہہ دی۔

"خان سائیں، چائے تو ختم کرتے جائیں، کپ میں آدھی چائے پڑی ہے۔"

"میری زبان (سرائیکی) اچھی بولتی ہو، خان سائیں تو اس سے بھی زیادہ اچھا کہتی ہو۔ ہمارے ہاں میاں بیوی ایک برتن میں نہ کھائیں تو کہا جاتا ہے دونوں میں پیار نہیں ہے۔" وہ ہاتھ کھڑا کر کے نکل گیا۔ اس کا اشارہ سمجھ کر وہ کپ لبوں سے لگا گئی۔

"پیار تو بہت ہے مجھے۔" اس نے وہیں سے چائے پی جہاں سے وہ پی کر گیا تھا۔

ابھی ذہن و دل پر بخت بلند کی خماری طاری تھی اسے بی بی جان، اپنا وعدہ اور حویلی کسی کی کچھ پروا نہیں تھی۔

☆☆☆

"تجھے خان بخت بلند کا پتا نہیں ہے، ہرن کے بچے کی طرح ذبح کر ڈالے گا تجھے، یاد ہے نا کیسے کیا تھا؟ سائیں سجاول کی بات مان لو ساری زندگی عیش کرو گی۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر، تمہارے سائیں سجاول پر دفع ہو جاؤ۔" اس نے اسٹیل کا پانی سے بھرا گلاس اس کی طرف پھینک دیا۔

اللہ یار، کو ہاتھ نہ اٹھانے کا حکم تھا ورنہ وہ اب تک کیا سے کیا کر چکا ہوتا۔

"اللہ یار تم جاؤ۔ گودام کے آس پاس رہنا۔" سجاول نے اپنے خاص چمچے کو حکم جاری کیا۔

"ٹھیک ہے سائیں آپ بے فکر رہیں۔"

سجاول سر جھکا کر ہٹ (hut) میں داخل ہوا۔ ہٹ بھی ان کے کلچر کی خاص پہچان تھی۔

"میں تجھے پہلے بتا چکا ہوں بخت بلند کو بچپن سے ہی عورت کی خوب صورتی سے نہیں کردار سے غرض ہے، تمہاری بد کرداری، دغا بازی تو پوری جاگیر نے دیکھی ہے، اب تجھے بخت سے کچھ نہیں

ملے گا۔ میری مان لے، اللہ یار کے ساتھ میں تجھے فرار کروا دیتا ہوں بخت حویلی سے ہو کر چلا جائے تو میں آؤں گا تیرے پاس۔ ہر چوتھے دن آیا کروں گا۔ رانی بنا کر رکھوں گا۔" حور بانو نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

اللہ یار کی بہن کو رانی بنا کر ہی رکھا ہوا ہے، میں کیا جانتی نہیں ہوں تم جیسے بد کردار کو۔ خود حرام کاری کرتے ہو دوسروں کو بھی کرواتے ہو مجھے بھی گناہ کی دلدل کی طرف بلا رہے ہو۔ توبہ کرو سجاول توبہ، کل کو تیری بیٹی بھی ہو گی۔"

تو خود اپنے یار کو ڈیرے پر بلائے تو ٹھیک ہے میں تجھے مصیبت سے نجات دلانے کی بات کروں تو دعوت گناہ، حرام کاری۔

"میں نے کسی کو ڈیرے پر نہیں بلایا تھا۔" وہ چیخ اٹھی، سجاول نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔

سجاول سائیں، رکھی اور سیماں آ رہی ہیں وہ بال چھوڑ کر ہٹ سے نکل گیا رکھی نے سیماں کو واپس بھیج دیا۔

ہفتے بعد اسے یوں لگا جیسے کوئی اپنا بھی دنیا میں ہے۔ وہ رکھی سے لپٹ کر بلند آواز سے رونے لگی یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

"اماں، تجھے پتا ہے نہ میں نے سہیل بھائی کو نہیں بلایا تھا۔ میں اور بیرو سبزیاں توڑنے گئیں تو بیرو نے مجھے کوٹھڑی سے ٹوکریاں اور درانتی لانے کا کہا۔ کوٹھری میں گئی ہوں تو اندر سہیل بھائی تھے باہر سے کسی نے کنڈی لگا دی۔ یہ سازش سجاول نے رچائی ہے میں بے قصور ہوں۔" وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

"میں نے سہیل بھائی کو نہیں بلایا۔" سجاول نے دھوکا کیا ہے۔"

"سجاول نے نہیں میں نے بلایا تھا سہیل کو۔" رکھی نے آنکھیں صاف کیں۔

"تو نے کیوں بلایا تھا اماں؟"

"تا کہ تو بخت بلند کی نظروں میں گر جائے۔"

www.pklibrary.com

"اماں......" اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"نہیں ہوں میں تیری اماں، میں بی بی جان کی سہیلی ہوں۔ میں حویلی کی وفادار ہوں۔ خان فرزند کی وفادار ہوں۔"

"تو سب کی رکھی تھی، میں نے تجھے ماں بنایا تو نے مجھے بدکردار......"

رکھی نے اسے ساتھ لگا کر خود بھی رونا شروع کر دیا۔

"اماں، تو ایک بار کہہ کر تو دیکھتی میں تیرے لیے جان دے دیتی۔ یہ تو نے کیا کیا یہ کیسے کر دیا۔ اماں، کہہ دے تجھے بی بی جان نے مجبور کر کے زبردستی یہ سب کروایا۔"

"نہیں، مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا یہ جو کیا میں نے خود کیا۔ سہیل وڈا افسر ہے تیرا ہم زبان ہے تیری ذات برادری کا ہے تم لوگ ایک جیسے ہو۔ وہ تیرا ہمدرد بھی ہے، ادھر سے تجھے کچھ نہیں ملے گا۔ تو حویلی والوں سے مختلف ہے ہمیشہ مختلف رہے گی۔ اکیلے بخت بلند کے تجھے اپنانے سے کیا فرق پڑ جائے گا......؟ کچھ نہیں، اس طرح تو خانوں نے شہروں میں اپنی پسند کی کوئی نہ کوئی عورت رکھی ہوتی ہے۔ دل بھر جانے پر اس کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔"

وہ نفرت، دکھ اور حیرانی سے رکھی کو دیکھے جا رہی تھی اس رکھی کو تو وہ جانتی تک نہ تھی۔

"میڈی دھی، فرزند اقبال کا جوان بیٹا تیرے بھائی نے قتل کیا تھا وہ تیرے بھائی کو نیچا دکھانے کے لیے، بدلہ لینے کے لیے، ذلیل کرنے کے لیے تجھے حویلی لایا تھا۔ اس لیے نہیں کہ بخت بلند تجھے سر آنکھوں پر بٹھالے، تجھے حویلی کی کنوار بنا دے۔ تجھ سے حویلی کی نسل چلائے اس بات پہ کوئی راضی نہیں۔ خان بلند اقبال بھی اپنے بھرا سے متفق ہیں صرف صفیہ بی بی کہتی ہیں جو فیصلہ بخت کرے گا وہ بخت کے ساتھ ہیں۔ بخت بلند کو زال خالص پسند ہے اس لیے تجھے اس کے دل سے اتارا گیا ہے اب حویلی والے سارے خوش اور مطمئن ہیں۔"

"اور تو نے کیسے ان کو خوش اور مطمئن کیا، ساری سازش مجھے بتاؤ گی؟" حور بانو نے بھرپور طنز کیا۔

"جس شام تم تنہائی میں خان سے ملی ہو اسی رات کو یہ سب کچھ طے ہو گیا تھا۔ بی بی جان سمجھ گئی تھیں کہ اگلی بار ملاقات صرف ملاقات نہیں رہے گی۔ ملاقات، تعلق میں نہ بدلے اس لیے یہ سازش رچا دی گئی۔"

حور بانو نے بے دردی سے آنکھیں رگڑیں۔

"اور اگر ملاقات تعلق میں ڈھل چکی ہو تو؟"

"سیماں نے اچھی طرح تم سے پوچھا تھا۔ بی بی جان نے ہر طرح تسلی کر کے پھر ہی مجھے بلایا تھا۔"

اس نے سوچا کاش اس نے سیماں سے جھوٹ بولا ہوتا۔ اسے قسمیں کھا کر یقین نہ دلایا ہوتا کہ رشتہ اب بھی کاغذی ہے۔ وہ سوچ گئی ڈراموں اور کہانیوں میں لکھا درست ہوتا ہے۔ سسرال بہو کو زندہ جلا بھی سکتا ہے اور زندہ درگور بھی کر سکتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے بیاہ کر لائی بہو کو لوگ برداشت نہیں کرتے وہ تو پھر دشمنوں کی بیٹی تھی، زبردستی ان کے حوالے کی گئی تھی، وہ کیسے اس کا اونچا سنگھاسن برداشت کر لیتے۔

"میں نے بی بی جان کو سہیل اور اس کی بیوی کی تم سے حد درجہ ہمدردی یاد کروائی۔ مجھے ڈر تھا سجاول اس موقعے کا فائدہ اٹھا کر کچھ اور نہ کر دے۔ حور بانو تجھے پیدا نہیں کیا لیکن خدا گواہ ہے زہرا کی طرح تجھے عزت سے کسی کی زال بن کر آباد دیکھنا چاہتی ہوں میں نے یہی سوچا سہیل وڈا افسر ہے حویلی والوں سے ٹکر لے کر تجھے یہاں سے نکال سکتا ہے، تیری اچھی جگہ شادی بھی کرا دے گا۔ اس کی بیوی اور وہ یہی کہتے تھے نا۔" رکھی اس سے تصدیق چاہ رہی تھی۔ وہ نڈھال وجود لیے اس انوکھی منافق ہمدرد کو دیکھتی رہی۔

"میں نے تیرا نام لے کر سہیل کو میلے والے دن ڈیرے بلایا۔ بی بی جان نے تجھے تازی سبزی

کے بہانے ڈیرے بھیجا۔ اللہ ڈوایہ نے سال (ہٹ) کی باہر سے کنڈی لگا کر وڈے خان کو بلایا تھا۔"

"واہ رکھی! تجھے تو جاسوسی ناول لکھنے چاہیں۔ سہیل بھائی کا کیا بنا؟"

"اس کو اسی وقت چھوڑ دیا تھا سب کو تو پتا تھا خود بلایا ہے اس لیے ثبوت کے لیے وڈے خان نے ان کے موبائل سے حویلی کے فون سے کی جانے والی کال کی فوٹو کھینچ لی تھی، بخت خان کو بھی تو دکھائی تھی۔" رکھی نے خالص سرائیکی میں اسے ساری سازش سنادی۔

"ابھی بخت بلند خان کے آنے پر سہیل کو پھر سے بلایا جائے گا۔ میڈی دھی تو سہیل کے ساتھ چلی جا، وہ بہوں اچھا بندہ اے۔ بخت بلند خان سے کاغذ لے لو ورنہ یہ حویلی والے تجھے زندہ گاڑ دیں گے خان بخت بلند ان کے آگے مجبور ہو کر شادی کروانے والا ہے۔ خان کی خاندانی بیوی تجھے برداشت نہیں کرے گی۔ وڈے خان، چھوٹے خان، بی بی جان سب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ بخت بلند خان سے کہہ کر تجھے کاغذ دلوا دیں گے۔ تجھے آزاد کردیں گے۔ تیری آئندہ زندگی میں کوئی دخل نہیں دیں گے۔"

"تو تم اب بھی اس لیے آئی ہو میں تم سب کی پسند کا نتیجہ حاصل کرنے میں مدد کروں، تم لوگوں کی سازش کو سچ مان لوں۔ اپنی کردار کشی قبول کرلوں؟ میں یہ ساری گھٹیا سازش بخت بلند خان کو بتاؤں گی۔"

"تم سے کوئی نہیں پوچھے گا ہمارے ادھر عورتوں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا۔"

"رکھی، کبھی تو بلند بخت خان یہاں آئے گا جس دن آ گیا اس دن سارا کچھ بتا دوں گی، امید پہ دنیا قائم ہے۔"

"کملی نا بن، تجھے لگتا ہے خان بخت بلند تیرا یقین کر لے گا؟ کبھی نہیں کرے گا۔ اس نے بچپن سے دیکھا ہے۔ عورتیں اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے مرد کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھاتی ہیں۔ اپنے بچے کو بھی چھوڑ کر کسی دوسرے مرد کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں۔ خان طفیل کی زال حویلی کے ٹھاٹ باٹ چھوڑ کر حویلی کے نوکر کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ خان طفیل نے بے عزتی کے مارے خودکشی کرلی تھی۔ اللہ ڈوایہ کی زال چار بچوں کو ساتھ لے کر ٹرک ڈرائیور کے ساتھ بھاگ گئی۔ خان بخت بلند اب یہی سمجھے گا تم نے بھی گھر سے بھاگنے کی کوشش کی تمہارا کردار اب مشکوک ہے، بی بی جان یہی چاہتی تھیں۔"

"رکھی، بخت خان آ گئے ہیں، وڈے کمرے میں عدالت لگی ہے وڈے خان نے اس کو بھی ساتھ لانے کا کہا ہے۔"

☆☆☆

اتنے دن سے برائے نام کھانا اور حلق تر رکھنے کو پانی پیتی رہی تھی سو خود میں تو دم نہ تھا سیماں ہی گھسیٹ کر ہال کمرے میں لے کر پہنچی تو آگے سے منہ پر انگلی رکھ کر خاموشی کا اشارہ دیا گیا۔ حور بانو نے دھندلائی نظروں سے دیکھا وہ سُتے ہوئے چہرے کے ساتھ سنگل صوفے پر براجمان تھا بالکل انہی سب جیسا۔ داڑھی، مونچھیں، لباس، زبان اور چہرے پر تناؤ اور بیگانگی بھی انہی سب جیسی تھی۔

"بخت یار، رب کعبہ کی قسم بھابھی میری ماں، بہن اور بیٹی جیسی ہے۔"

اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا سہیل نہیں لیکن درمیانی میز پر پڑے فون سے اس کی آواز آ رہی تھی۔

"ماں، بہن، بیٹی "جیسی" ہے ماں، بہن ہے تو نہیں۔" سجاول اونچی آواز سے بولا۔

"چپ...... بالکل چپ۔" بخت کی دھاڑ پر حور بانو کے ساتھ ساتھ سجاول بھی لرز اٹھا۔

"یار، میرے دل میں اول روز سے بھابھی کے لیے ہمدردی تھی۔ پتا نہیں ایک زبان ہونے کی وجہ سے یا ان کے والد صاحب کی حالت کی وجہ سے،

www.pklibrary.com
pklibrary.com

www.pklibrary.com

میں پنچایت میں ان کی حالت کبھی نہیں بھول سکا شاید اسی وجہ سے بھابھی کو بنا دیکھے ہمدردی ہوتی گئی۔ پھر تم یو ایس چلے گئے واپس آنے کا قصد کیا تو میں نے سنبل کو ساری تم کہانی سنائی۔ میرے دل میں تھا نکاح کے وقت اگر بھابھی بچی بھی تھیں تو اب تک سمجھ دار ہو گئی ہوں گی سو یہی وقت تھا تم ان کے ساتھ نئی زندگی کا سفر شروع کرتے۔ لیکن تم نے اپنے رسم و رواج بتا رکھے تھے ان کی روشنی میں مجھے ڈاؤٹ تھا تم پھر سے اپنی روایات کی پاسداری کرو گے اور ایک جیتی جاگتی لڑکی روایتوں کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ اس سوچ کے تحت اپنی فیملی کو حویلی لے کر گیا سنبل کے ذریعے سے بھابھی کو کہلوا دیا کہ وہ لاوارث نہیں ہیں، اپنا فون نمبر بھی دے دیا۔ میں نے حویلی سے آنے کے بعد ان کے والد اور بھائی کو تلاش کر کے ملاقات بھی کرنی چاہی لیکن ان کا بھائی نام نہاد غیرت کے نام پر عورت کو پراپرٹی سمجھنے کا قائل۔ اس نے کہا اس کی کوئی بہن کبھی تھی ہی نہیں اور چوہدری صاحب سے مجھے ملنے ہی نہیں دیا۔ میں ان کے لیے افسردہ تھا کہ حویلی سے بھابھی نے فون کروا دیا۔"

"خان سائیں، میں نے فون نہیں کروایا۔" وہ بلک ہی اٹھی۔

"چھوری......" فرزند اقبال کے لہجے میں آگ سی تپش تھی۔

"فون کرنے والی خاتون نے بتایا بھابھی حویلی سے نکلنا چاہتی ہیں کیونکہ بخت بھی باقی لوگوں جیسا نکلا ہے۔ ان کی امید ختم ہو گئی ہے اس لیے وہ جاہلوں کی حویلی سے نکلنا چاہتی ہیں۔ جس کے لیے مجھے ڈیرے پر میلے والے دن بلایا ہے تاکہ ڈیرے پر زیادہ لوگ نہ ہوں اور وہ آسانی سے میرے ساتھ لاہور آ سکیں۔ وہاں پر ہمیں اکٹھے دیکھ کر کسی نے ہٹ کو باہر سے لاک کر دیا۔ بھابھی اور مجھ پر جو الزام ہے وہ صریحاً غلط ہے۔ وہ رہنا نہیں چاہتیں تم رکھنا نہیں چاہتے تو یار، ان کو آزاد کر دو۔ میں اور سنبل تم سے التجا کرتے......"

ساتھ ہی خان بخت بلند نے آواز کا گلا گھونٹ دیا حور بانو یہی سمجھ سکی وہ ریکارڈنگ تھی۔

"یہی باتیں سہیل نے مجھ سے کی تھیں تو میں نے اسے جانے دیا تھا۔ وہ سچا ہے سچائی اس کی آنکھوں میں دکھتی تھی۔ غلط صرف یہ لڑکی ہے۔" خان فرزند نے انگلی اس کی طرف روک دی۔ "اس نے اس کو فون کروایا ہماری بدنامی کی۔"

"فون کس نے کیا تھا پتا چلایا؟" بخت بلند سامنے بیٹھے چچا، باپ اور پھوپھی کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"فون میں نے کیا تھا سائیں۔" رکھی نے بلند آواز سے اعتراف کیا تو حور بانو کو لگا شاید اب وہ سچ بولے گی۔

"سائیں، آپ جانتے ہیں بانو کو میں بیٹی سمجھتی ہوں اس کی محبت سے مجبور ہو کر اس کے بار بار کہنے پر میں نے فون کیا تھا۔"

"رکھی......" اس کی آواز غم و غصے سے لرز گئی۔

"کیا رکھی...... چھوری، اسے بولنے دے ورنہ تیری زبان کاٹ کر کتوں کو ڈال دوں گی۔ تو پوری بات بتا رکھی۔" بی بی نے رکھی کو حوصلہ دیا۔

"بی بی جان، اس نے کہا تھا سرائیکی تو نرے جاہل ہیں ہمارا خاندان تو بہت اونچا اور پڑھا لکھا ہے۔"

"ساتھ بے غیرت نہیں کہا، ایسا اونچا خاندان جو بیٹی دے کر بھگوڑا ہو گیا۔" بی بی جان کا مصنوعی غصے سے برا حال ہو گیا۔

"خان سائیں، سب جھوٹ ہے سازش ہے۔" وہ ایک دم بھاگ کر اس کے پیروں میں جا بیٹھی۔

"تو کہاں بیٹھ گئی، میں نے تو کہا تھا تیری جگہ یہاں ہے۔" اس نے انگلی سے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ "تم عورتوں کو دل میں رہنا کیوں نہیں آتا؟" اس کے لہجے میں کرب تھا۔

"سیماں دور کروا سے میرے بچے سے۔" بی بی جان نے زوردار گرج سے سیماں کو حکم دیا۔

''رکھی، اگر اس کا مقصد حویلی سے آزادی تھا تو پہلے کیوں فرار کی کوشش نہیں کی؟''

''سائیں اب اسے لگا آپ...... آپ...... آپ اس کو زال بنا کر ساتھ لے جائیں گے۔'' رکھی کی ہکلاہٹ نے بخت بلند خان کے چودہ طبق روشن کردیے۔

''وہ تو میں اب بھی لے کر جاؤں گا اپنی سزا کے طور پر......''

حویلی والوں کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔

''شرم کر، اسے بندی خانے ڈال، تو زال بنانے کا کہہ رہا ہے۔ اب حویلی کی نسلیں ایسی بھاگنے کی شوقین عورتیں چلائیں گی؟''

''بابا سائیں، یہ میرے کیے اعمال کی سزا ہے۔ میں دوستوں کی عورتوں کو ورغلاتا تھا، بہکاتا تھا، انہیں اپنی طرف متوجہ کرتا تھا، ان پر شرطیں لگاتا تھا۔ جب وہ میری حیثیت کی وجہ سے میری طرف متوجہ ہو جاتیں تو چھوڑ دیتا تھا یاروں کو طعنے دیتا تھا۔ یار، دیکھو تمہاری دوست میری عورت بننے کو بھی تیار بیٹھی ہے۔ تیرے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ میں نے لوگوں کے تعلق تڑوائے ہیں، گناہ کیے ہیں سزا تو ملنی تھی۔''

''خان سائیں، اللہ آپ سے راضی ہے اللہ آپ کو سزا نہیں دے گا۔ اس نے آپ کو حویلی سے دور رکھ کر آپ کو ''کندن'' سزا دینے کے لیے نہیں بنایا۔ سزا دینی ہوتی تو آپ انہی کی طرح پتھر ہوتے، بے حس، ظالم اور بے حمیت...... اپنے ہی بیٹے کی عزت کو تار تار کرنے والے۔''

بی بی جان نے حور بانو کو چپ کرانے کے لیے وہی حربہ اختیار کیا جو ہر طاقت ور اختیار کرتا ہے۔ تھپڑ لگنے سے اس کی ناک میں موجود سیاہ دھاگا کھل گیا دھاگے پر خون کی سرخ بوند نمودار ہوگئی۔ انہیں لگا بخت اس کی بات بغور سن رہا ہے۔ تو اونچا بول کر اس کی توجہ ہٹانے لگیں۔

''ہم بے حمیت ہیں، تم کیا ہو؟ سیماں ادھر لاؤ وہ پوٹلی۔'' بی بی جان نے غضب ناک ہو کر مخملی پوٹلی درمیانی میز پر الٹ ڈالی۔

''یہ زیور اس نے حویلی سے فرار ہونے کے لیے اللہ یار کو دیے اور بے حمیت ہم ہوگئے؟''

حور بانو کو تو جیسے دورہ پڑ گیا یہ زیور اس کے پاس میکے اور ماں کی آخری نشانی تھے۔ رکھی یہ بھی بی بی جان کو دے دے گی اس نے خوابوں میں بھی ایسا نہ سوچا تھا۔ اس نے پاس بیٹھی رکھی کو گردن سے دبوچ لیا۔

''میں نے ماں دیکھی نہیں پر ہمیشہ تجھے ماں سمجھا۔ تو نے میری ماں کی نشانی ی ی ی......'' وہ نڈھال ہو کر دنیا سے بے خبر ہوگئی۔

بخت بلند کو سالوں پہلے کا منظر یاد آیا وہ تب بھی حویلی سے فرار چاہتی تھی اور اس کے بے رحم تھپڑ کا نشانہ بنی تھی۔ اس بے رحمی کی نشانی اس کی کلائی اور ہتھیلی پر موجود تھی۔ بخت بلند نے اس نشانی پر انگوٹھا پھیرا اور پھر فیصلے پر پہنچ گیا۔ وہ تب بھی بھرے ہجوم میں تنہا تھی وہ آج بھی تنہا تھی، الگ یا دوسری ثقافت سے ہونے کی یہ سزا انہیں دی جا سکتی کہ اسے سننے اور سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس نے اسے سننے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ اب پہلے والا بخت بلند نہیں تھا جو وڈیرہ شاہی کے گنبد سے ہی نہ نکلتا ہو۔ کئی سال اللہ نے اسے ضمیر کی عدالت میں بوند بوند نچوڑا تھا اس کی بنیادیں ہلا ڈالی تھیں۔ وہ سوچ سمجھ کر غیر جانبداری سے فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

اسی لیے اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

''وہ حویلی سے جانا چاہتی ہے تو میں اسے آزاد کردوں گا لیکن پہلے اس کے منہ سے سننا چاہوں گا۔'' اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے اٹھالیا۔

''بیرو، پانی لاؤ۔''

''جو تم کر رہے ہو حویلی میں ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔''

''اب تو ہو رہا ہے بی بی جان، کبھی نہ کبھی دن تو ہونا تھا میں ہر حال میں اسے سن کر اس کے مطابق

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

فیصلہ کروں گا۔" وہ اسے اٹھائے ان کے پہلو سے گزر گیا۔

اسے ہوش آیا تو اس کے بیڈ پہ لیٹی تھی، گھبرا کر اٹھ کر بیٹھنا چاہا پر بیٹھا نہ گیا۔

"بیرو۔ اس کی مدد کرواور جوس بھی پلاؤ۔"

اس نے آدھا چھوڑ کر بات کرنی چاہی تو بھی اس نے ٹوک دیا۔

"سارا پی لو، میں تمہاری ساری بات سنوں گا۔" وہ کمر پہ ہاتھ باندھے کھڑا رہا یہاں تک اس نے گلاس خالی کر دیا۔

"اب بتاؤ تم، تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے، کیا خواہش ہے؟"

"سائیں، میری صرف یہ خواہش ہے آپ کو سچ بتادوں۔"

"اس کا سچ بھی جھوٹ سے بھرا ہوگا۔" نذر بلند اس کے بیڈروم آگیا۔

"بھائی، جب آپ اور بھرجائی اندر ہوں میں کبھی بنا اجازت کے آپ کے کمرے میں داخل ہوا ہوں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بخت، عورت میں ایک سو ایک چلتر ہوتے ہیں یہ اکیلے میں تیرا ذہن بدل دے گی۔ تجھے ککھ سمجھ میں نہیں آئے گی اور یہ تجھ سے اپنی پسند کا فیصلہ کرا لے گی۔"

"آپ جاسکتے ہیں۔ اب تم بولو۔"

نذر بلند خان چلا گیا اب وہ اکیلے تھے۔

"آپ میرا یقین کریں گے؟"

اس نے اس کے بکھرے اجڑے حلیے کو دیکھا۔

"پہلے بات مکمل کرو میں یقین کا فیصلہ بعد میں کروں گا۔"

وہ بولتی رہی وہ پتھر چہرے کے ساتھ سنتا رہا۔

"آپ کو یقین آیا؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم نہا کر یہ گندے کپڑے بدل کر۔ دانت صاف کر کے جلدی آجاؤ۔"

"خان جی، مجھے کہیں نہ بھیجیں خدا کے لیے۔"

لیکن وہ کمرے سے نکل گیا۔

وہ اس کے حکم کے مطابق نہا کر بدبو سے اٹے کپڑوں سے نجات حاصل کر کے، دانت صاف کر کے آئی تو سجاول سوجے منہ اور ناک کے ساتھ اب صوفے کے بجائے زمین پہ بیٹھا تھا۔

"پیر پکڑو اس کے، معافی مانگو۔" بخت بلند نے سجاول کو ٹھوکر ماری تو اس نے اپنے ہاتھ حور بانو کے پیروں پہ رکھنے چاہے تھے وہ بدک کر پیچھے ہٹ گئی

"معافی دے دو بھرجائی۔" اس نے حیرت سے بھرجائی سنا پھر اپنے بخت کو دیکھا یہاں تک اپنے بخت کے بلند ہونے کا یقین آ گیا۔

"امتیاز......!"

"حاضر سائیں......"

"اس کو لے جا کر بندی خانے میں ڈال دو۔" اس نے رکھی کی طرف اشارہ کیا۔

"حور بانو، آپ اپنی پانچ ایکڑ زمین حویلی والوں کو بیچنا چاہیں گی؟ میرا مشورہ ہے بیچ دیں جب آپ نے یہاں رہنا نہیں ہے تو زمین رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" بخت بلند خان نے زمین کے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے۔

اس نے پکڑ لیے چند لمحے دیکھے اور پھر بولی۔

"میں یہ زمین خان دلنواز کے بچوں کو بطور دیت دیتی ہوں۔"

بخت بلند نے ایک دم سر اٹھا کر اسے دیکھا، وہ اب اسے اپنی ٹکر کی لگی۔

"پیپرز آپ لوگوں تک جلد پہنچا دوں گا۔"

"ہم کمی کمینوں اور نام نہاد چوہدریوں کی خیرات نہیں لیتے، قتل کر کے بیٹی دے کر معاف کروا لینا انصاف تو نہیں ہے۔" بی بی جان نے گویا سب کی نمائندگی کی۔ وہ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ہال سے نکلنے والا تھا رک گیا۔ حور بانو میز سے اٹھا کر مخملی پوٹلی سینے

www.pklibrary.com

سے لگائے کھڑی تھی۔

''بی بی جان، انصاف کا تقاضا تو یہ بھی ہے آپ سب کو بھی دس دن بندی خانے میں رکھا جائے۔ سزائیں دی جائیں، ساتھ کردار پر تہمت لگانے کی پاداش میں کوڑے بھی مارے جائیں۔ کیا میں آپ سب کے ساتھ یہ انصاف کرسکتا ہوں؟ نہیں بی بی جان، نہیں کرسکتا...... اس لیے انصاف کا نام نہ لیں۔ بی بی جان روایتیں رشتوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتیں۔ آپ نے روایتوں کی جڑوں میں مجھے اور ایک بے گناہ کو کاٹ کر ڈال دیا۔ بیوی تھی میری اور آپ نے ایک نظر التفات کی یوں سزا دی کہ میری عزت خاک میں ملادی۔ خدا حافظ۔''

وہ حور بانو کے ساتھ پھولوں کی روش عبور کررہا تھا جب اس نے صفیہ خانم کی آواز سنی۔

''کنوار کو خالی جھولی تیرے ساتھ کیسے رخصت کردوں؟'' اس نے پیتل کا بھاری کٹورا نیچے رکھا بغل سے سرخ آنچل نکال کر حور بانو کے کندھے پر ڈال دیا۔

''کنوار سرخ پلو کھول۔'' پھر وہ پلو خشک میووں اور گڑ سے بھر دیا۔ شالا جوانیاں مانو، دودھو نہاؤ، پوتوں پھلو۔

''چاچو، میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں یو ایس جانے سے پہلے آپ کی اور چچی کی دعوت کرنا چاہتا ہوں آپ آئیں گے؟''

بخت بلند نے نئے نئے کالج گئے بھتیجے کو خوش گوار حیرت سے دیکھا اور پھر بانہیں کھول دیں۔ وہ سینے سے آلگا۔ نئی نسل غلط رواجوں کی پیروی نہیں کرے گی وقت بدلے گا۔ یہ احساس بڑا خوش کن تھا۔

''خان بخت بلند، میری اتنی حیثیت تو ہے اپنے پوتر کی دی ہوئی دعوت کو تیرے ولیمے میں بدل دوں۔''

خان نذر بلند نے بلند آواز سے کہا تو بی بی جان، فرزند اقبال اور بلند اقبال نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کے بعد کی پود بھی روایتوں سے زیادہ رشتوں کو مقدم رکھ رہی تھی۔

فرزند اقبال نے بڑے بھائی اور بڑی بہن کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا اور پھر بڑبڑایا۔

دلنواز خان تیری اتنی ہی لکھی تھی مرے ہوؤں کے ساتھ مرا تو نہیں جاسکتا۔ زندہ کے ساتھ زندہ رہا جاسکتا ہے رب سائیں تجھے جنت میں جگہ دے۔

''نذر بلند خاں،''

''جیا چاچا سائیں۔''

''تیری مجھ سے زیادہ حیثیت ہے؟''

نذر بلند نے کچھ دیر سوچا اور پھر مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

''نہ چاچا سائیں آپ ہر حال میں بڑے ہیں۔''

''تو ولیمہ تو پھر میں اپنی شایان شان کروں گا نا۔''

حویلی پر سے سالوں کا طاری جمود ٹوٹ رہا تھا۔ وہ ان سب کو شادی کی دعوت کیسی ہوگی پر لڑتا چھوڑ کر اسے ساتھ لے کر نکل آیا۔

''سائیں، میں ڈرائیو کروں گا بی بی اور آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گا۔'' امتیاز اس کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا تھا۔ وہ جانے کیسے اس کے دل تک پہنچ جاتا تھا۔

☆☆☆

امتیاز مشاق ڈرائیور تھا چھ گھنٹوں کا سفر چار گھنٹوں میں طے ہوگیا۔ وہ اس کے ساتھ باہر نکلی اور پھر دیوار پر لگی نام کی تختی دیکھ کر پھر سے گاڑی میں جا بیٹھی۔ امتیاز گاڑی سے باہر نکل آیا تاکہ وہ میاں بیوی کھل کر بات چیت کرسکیں۔ بخت اسے قائل کرنے کے لیے پھر سے اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''سب سے پہلے تو شکریہ سائیں آپ نے مجھ پہ یقین کیا۔''

''میں نے صرف سچ پہ یقین کیا ہے۔'' وہ مسکرا دیا۔

www.pklibrary.com

"میں اندر نہیں جاؤں گی، گناہ یہ کریں سزا مجھے بھگتنی پڑے، پھر بھی یہ کہہ دیں ان کی کوئی بہن نہیں تو میں کیسے ان کو اپنا بھائی مان لوں۔"

"تمہارے بابا بھی ادھر ہی رہتے ہیں، ان سے مل لو وہ بیمار ہیں۔"

"مجھے کسی سے نہیں ملنا، اگر یہی لوگ ساتھ دینے والے ہوتے تو سجاول، اور رکھی جیسوں سے واسطہ نہ پڑتا۔ میں خوف کے مارے شب و روز کا شمار کروں تو گن نہ سکوں گی۔ انہوں نے نام نہاد غیرت کے نام پر مجھے کفن پہنا کر رخصت کیا تھا اب آپ چاہتے ہیں میں پھر سے اندر جا کر بے عزت ہو کر نکلوں۔"

"خان بخت بلند کی بیوی کو کوئی للو پنجو بے عزت نہیں کر سکتا۔"

"وہ للو پنجو نہیں، میرا بھائی اور باپ ہیں۔"

"باپ رے، میں تو بھول ہی گیا۔ چلو سسرال آباد سے میں بھی عزت افزائی کروا لوں۔ تم نے اتنے سال اکیلے کروائی ہے تھوڑی بے عزتی کرا کے تمہارے سامنے سرخرو تو ہو جاؤں۔ سرخرو ہو کر تمہیں سرخ جوڑے میں دیکھنے کا مزا ہی الگ ہوگا۔" وہ سنجیدہ ہی رہی۔

"چلو میں جا کر ماحول سازگار کرتا ہوں تا کہ بیگم صاحبہ کو وہ لوگ خود گاڑی سے اتار کر لے کر جائیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ چوکیدار کو تعارف کرواتا مرتضیٰ چوہدری ہاتھ میں پائپ پکڑے گیٹ پر آ گیا پھر وہ حیرت زدہ سا رہ گیا۔ حور بانو نے گاڑی میں سے دیکھا اس کا لالہ پہلے سے موٹا اور ماتھے سے تھوڑا سا گنجا ہو چکا تھا۔

"گارڈز، کتھے مر گئے سارے......"

"میں اکیلا آیا ہوں ذاتی حیثیت اور ذاتی ڈرائیور کے ساتھ، اس لیے گارڈز کی دھمکی نہ دو۔ ہم نے تو آنکھ ہی گارڈز کے درمیان کھولی ہے۔ مجھے چوہدری مصطفیٰ صاحب سے ملنا ہے بہ حیثیت داماد ان کی تیمارداری کرنی ہے۔"

وہ اس کی اجازت کے بنا ہی اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے وہ بھی تھا۔

سلیماں چوہدری مصطفیٰ کے پگڑی باندھ رہی تھی۔ اس کے سلام پر پلٹی اور اب وہ بھی حیران پریشان تھی۔ اس نے بڑے باوقار انداز میں دونوں ہاتھوں سے ان کا بیمار کمزور ہاتھ تھام کر سلام لیا۔

"آپ نے پہچانا مجھے؟"

"تم بلند اقبال خان کے پتر ہو۔"

"ساتھ آپ کا داماد بھی ہوں۔"

"ہماری کوئی بیٹی نہیں تو داماد کہاں سے آ گیا۔" چوہدری مرتضیٰ نے اس کی بات کاٹی تو اس نے دیوار کے ساتھ پڑی منقش کرسی کھینچ کر چوہدری مصطفیٰ کے بیڈ کے پاس کی اور کروفر سے بیٹھ گیا۔

"چوہدری صاحب جرم آپ کے بیٹے نے کیا سزا آپ نے بیٹی کو دی۔ یہ کیسا انصاف ہے یہ کیسی چوہدراہٹ ہے؟"

"ہم غیرت مند لوگ ہیں اپنی برادری سے باہر بیٹی نہیں دیتے یہ تو پھر برادری تو کیا ثقافت ہی الگ تھی۔"

"شرعی طور پر مسلمان لڑکی کی شادی کے لیے شرط مرد کا مسلمان ہونا اور کفو ہے۔ الحمدللہ قسم کھا کر کہتا ہوں شراب، جوا، بدکاری وغیرہ سے عرصہ ہوا کوسوں دور ہوں۔ رہا کفو کا معاملہ تو زمانہ جانتا ہے جدی پشتی رئیس ہوں۔ آپ لوگوں سے زیادہ خاندانی نجابت ہے۔ پھر صرف زبان اور ریت رواج الگ ہونے کی وجہ سے مجھے اپنی بیٹی کا شوہر تسلیم نہ کرنا کہاں کا انصاف ہے کون سی عقل مندی ہے؟"

چوہدری مصطفیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ہم تم لوگوں کی طرح نہیں ہو سکتے۔ وٹے سٹے کی شادیاں نہیں کر سکتے۔ جس کو تم لوگ غیرت بولتے ہو ہم اسے بے حسی کہتے ہیں پوری جاگیر میں

pklibrary.com

www.pklibrary.com

صرف تم لوگوں کی بہنیں، بیٹیاں بنا شادی کے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ تم لوگ آسمان سے اتری قوم ہو صرف اپنے جیسی آسمانی مخلوق جو تمہاری برادری کی ہو سے بیٹی بیاہو گے۔ بہن، بیٹی بوڑھی ہو رہی یا پاگل اس سے کوئی واسطہ نہیں رشتہ تو بس ذات برادری سے ہو۔"

"یہ ہماری شان ہے ہم اینٹ روڑے اکٹھے کر کے گھر لے جانے کے قائل نہیں۔"

"بالکل، ٹرک بھر کر جہیز لینے اور دینے کے قائل ہو، جہیز نہیں ہوگا شادی نہیں ہوگی۔ اس لیے جہیز کا انتظار کرتی تم لوگوں کی لڑکیاں قبر میں اتر جاتی ہیں۔"

مرتضیٰ آئینہ دیکھ کر لاجواب ہوا تو مخصوص غصیلی طبیعت سے اسے گھر سے نکل جانے کا کہہ دیا۔

"چوہدری صاحب، جس دن میں آپ کے گھر گیا شوق سے نکال دیجیے گا فی الحال تو اپنے سسر کے گھر بیٹھا ہوں اور اس گھر میں شرعی طور پر میری بیوی کا بھی حصہ بنتا ہے۔ اب یہ نہ کہہ دینا آپ کے جائیداد کی شرعی تقسیم کے بھی اپنے اصول ہیں کیونکہ تمہارے ہاں جہیز حلال اور بیٹی کو وراثت دینا تو حرام ہے۔"

مرتضیٰ حسب توقع اس کی بات پر لال پیلا ہو گیا۔ وہ دلکشی سے مسکرایا تو سلیماں نے دراز کھول کر الٹا سیدھا ہاتھ مار کر ہاتھ میں آیا نوٹ پکڑا اور اس پر سے وارنا شروع کر دیا۔

"ایسا بانکا، سجیلا، گبرو جوان ہمارا داماد، میری حور بانو کے ساتھ کوئی اور جچ ہی نہ سکتا تھا۔" بلائیں لے ڈالیں۔

"چوہدری صاحب، آپ نے کہا تھا خاندانی لوگ کسی باپ کے دل کو پیروں تلے نہیں روندتے، اعزاز کی طرح سینے پہ سجا لیتے ہیں میں نے سجا لیا ہے۔ اتوار کو بابا سائیں نے میرے اور حور بانو کے اعزاز میں عام دعوت اور جشن رکھا ہے۔ جاگیر کے علاوہ شہر کے سرکردہ لوگ بھی مدعو ہیں، آپ بھی آئیں گے تو حور بانو کا وقار بڑھے گا۔ وہاں کے لوگ سادہ ہیں جب آپ اور ہم لوگوں کو مختلف کلچر سے ہو کر بھی رشتے داری کی ڈور میں بندھے دیکھیں گے تو تقلید کریں گے۔ اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی لڑکیوں کے لیے دوسری قومیت میں رشتے دیکھنے سے جھجکنا چھوڑ دیں گے۔ یقین کریں یہ برا سودا نہیں ہے۔" وہ ان کے ہاتھ محبت سے تھامے ہوئے تھا۔

"وہ کیسی ہے؟" چوہدری مصطفیٰ پہلی بار بولے آواز کمزور اور مدھم تھی لیکن اس میں درد محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"آپ خود دیکھ لیں وہ میرے ساتھ آئی ہے۔" اس نے نرمی و گرم جوشی سے ان کا ہاتھ دبایا اور امتیاز کو کال ملائی۔

"بی بی کو اندر لے آؤ۔ مرتضیٰ، بہن کو تم خود لے کر آؤ۔"

"لالہ، وہ آپ پر قربان ہوئی تھی وہ حویلی نہ جاتی تو آپ اوپر چلے جاتے۔ میں نے آج اپنے بھائی کا خون آپ کو معاف کیا۔"

پھر گھنٹہ بھر بعد گلے شکوے دھو کر وہ یوں شیر و شکر تھے جیسے بیچ کے سال زندگی میں آئے ہی نہ ہوں۔

حور بانو اور بخت بلند جب بھی آپس میں مخاطب ہوتے تو بے خبری میں سرائیکی ہی بول رہے تھے۔ ماسی نذیراں آخر کار بول ہی پڑی۔ "سلیماں باجی، تسی کڑی سرائیکی دے ویائی اے" (باجی آپ لوگوں نے لڑکی سرائیکیوں میں بیاہ دی ہوئی ہے) لہجے میں استعجاب اور تاسف دونوں شامل تھے۔ "ہاں جی، پنجابیوں میں کسی کا بخت اتنا بلند نہیں تھا جو ہماری حور بانو کا بخت بناتے۔"

سلیماں نے خوش دلی سے جواب دیا تو سب مسکرا دیے۔

حور بانو نے باپ اور بھائی کا چہرہ ایک بار سے دیکھا کہیں شرمندگی کی لہر نہ ملی بلکہ اطمینان ہی نظر آیا تو وہ مسکرا دی۔

☆☆